خلفاءِ اربعہ

مکتبہ جامعہ دہلی

دس ضبتی

خلفاء اربعہ

از

مولانا خواجہ محمد عبدالحی فاروقی

مکتبہ جامعہ دہلی سنہ ۱۹۳۸ء

جید برقی پریس دہلی

طبع چہارم

قیمت ۸/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ
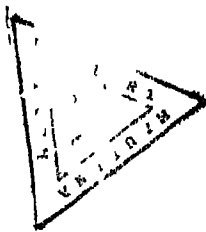
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

ہجرت

نام ونسب:۔

پہلے آپ کا نام عبدالکعبہ تھا، جب آپ اسلام میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبداللہ رکھ دیا، آپ کی کنیت ابوبکرؓ، اور صدیق وعتیق لقب تھے، آپ کے والد کا نام عثمان، اور کنیت ابوقحافہ تھی، والدہ کا نام سلمیٰ تھا، اور کنیت اُم الخیر تھی، آپ قریش کی شاخ بنوتیم سے تھے، سلسلہ نسب چھٹی پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے، تمام صحابہ کرام میں آپ ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی چار پشتیں صحابی تھیں، یعنی آپ، آپ کے والد، آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن، اور آپ کے پوتے محمد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ کی پیدائش کے دو ڈھائی سال بعد رسول پاکؐ کی ولادت باسعادت ہوئی، نوجوانی میں آپ کریمانہ اخلاق اور شریفانہ عادات سے متصف تھے شراب سے سخت نفرت تھی، صاحبِ دولت ہونے کی وجہ سے غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرتے تھے، ہر طرف آپ کی دیانت، راست بازی اور امانت کا شہرہ تھا، آپ کا شغل تجارت تھا، اہلِ مکہ آپ کے علم، تجربہ اور حسنِ سیرت کی بنا پر بے انتہا عزت و تکریم کرتے تھے۔

والدین:۔

آپ کے والد حضرت عثمان بن عامر مکہ کے شریف لوگوں میں شمار ہوتے تھے، بہت بڑی عمر پائی تھی، فتح مکہ تک تو اپنے پرانے مذہب ہی پر قائم رہے مگر اس کے بعد اپنے صاحبزادہ کے ساتھ آں حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ انھیں کیوں تکلیف دی، میں خود ہی ان کے پاس چلا جاتا، پھر آپ نے انھیں مشرف بہ اسلام کیا۔

آخر عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی تھی، اور بہت ضعیف ہو گئے تھے، ستانوے برس کی عمر میں ۱۴ھ ہجری میں وفات پائی۔

آپ کی والدہ ام الخیر ابتدا ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں، ان سے پہلے صرف اٹتالیس اصحاب اسلام میں داخل ہو چکے تھے، مگر کھلم کھلا اسلام کا اظہار نہیں کر سکتے تھے، حضرت ام الخیر کے اسلام لانے کی صورت یہ ہوئی کہ ایک روز حضرت ابوبکرؓ نے بہ اصرار تمام آں حضرتؐ سے اجازت لے کر عام لوگوں کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کیں۔ مشرکین ان باتوں کے سننے کو

تاب نہ لاسکے، اور انھیں اس قدر مارا کہ ان کا قبیلہ مشرک ہونے کے باوجود ان کی امداد کے لئے آمادہ ہوگیا۔

گھر پہنچے تو اپنے رشتہ داروں کو اسلام لانے پر اُبھارتے رہے، صبح ہوئی تو والدہ کو لے کر حضرت ارقم کے گھر پہنچے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میری والدہ کو مسلمان کرلیجئے، ان کی بہت طویل عمر ہوئی، حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تک زندہ تھیں، البتہ اپنے خاوند سے قبل فوت ہوگئیں۔

اسلام :-

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن ہی سے محبت تھی، اور آپ کے مخصوص دوستوں میں آپ کا شمار تھا، تجارت میں بھی کئی مرتبہ آپ کے ہم سفر رہے، جب اللہ نے آں حضرت کو خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا تو سب سے پہلے جس شخص نے اسلام قبول کیا، وہ آپ ہی تھے۔

اب آپ نے اپنی تمام سعی و کوشش اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں صرف کردی، چنانچہ آپ کی دعوت پر وہ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے جو آگے چل کر درخشاں نجوم و کواکب ثابت ہوئے، حضرت عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحۃ بن عبداللہ، عثمان بن مظعون، ابو عبیدہ، ابو سلمہ، اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم آپ ہی کی کوشش کے ثمرات و نتائج تھے۔

آپ نے اپنے مکان کے صحن میں ایک مسجد بنالی تھی، اس میں اللہ کی

عبادت اور قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہتے، تلاوت کے وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، یہ منظر دیکھ کر راستہ چلنے والے بھی ٹھیر جاتے، اور اثر پذیر ہوتے، مسلمان غلاموں کے کافر سنگ دل آقا انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تو آپ کا رقت انگیز دل کڑھتا، آپ کی دولت ان لوگوں کے لئے وقف تھی، چنانچہ بلال، عامر بن فہیرہ اور نہدیہ وغیرہ کی آزادی آپ ہی کی رہین منت تھی، آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نکاح بھی رسول اللہ سے ہو گیا تھا۔

ہجرت اور واپسی :-

مشرکین کی تکلیف و مصیبت سے تنگ آکر ایک مرتبہ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا، جب مقام برک الغماد تک پہنچے تو قبیلہ قارہ کے رئیس ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی، اسے جب معلوم ہوا کہ آپ ہجرت کر رہے ہیں، تو اس نے آپ کو اس ارادہ سے باز رکھا، اور کہا کہ اگر آپ کی قوم آپ کو جلاوطن کرتی ہے تو میں آپ کو پناہ دیتا ہوں، اپنے وطن میں رہ کر اپنے اللہ کی عبادت کیجئے، چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے، ابن الدغنہ نے سرداران قریش سے کہا کہ تم ایسے شخص کو جلاوطن کرتے ہو جو مفلسوں کا معاون، مصیبت زدوں کا دست گیر، قرابت داروں کا نگراں، صلہ رحمی کرنے والا، مقروضوں کا بوجھ اٹھانے والا، اور مہماں نواز ہے، میں انھیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں، وہ اپنے گھر میں رہ کر عبادت کریں گے، قریش نے ابن الدغنہ کی امان تسلیم کر لی اور کچھ دنوں تک حضرت ابو بکرؓ اطمینان کے ساتھ عبادت میں مصروف رہے، مگر

آخر میں ابن الدغنہ کی امان واپس کر دی، اور فرمایا کہ میرے لئے اللہ اور اُس کے رسُول کی امان کافی ہے۔

مدینہ کی تیاری

جب کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو آپ نے پھر ایک مرتبہ ہجرت کا ارادہ کیا، بہت سے مظلوم وستم رسیدہ فرزندانِ اسلام مدینے میں پناہ لے چکے تھے، چنانچہ آپ نے بھی مدینہ ہی کا قصد کیا، مگر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابھی جلدی نہ کرو، اس بات پر چار ماہ گذر گئے، آں حضرت ویسے تو عموماً صبح وشام حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لایا ہی کرتے تھے، مگر ایک روز آپ منہ چھپائے نا وقت پہنچ گئے اور فرمایا مجھے ہجرت کا حکم ملا ہے، اور تم بھی چلنے کی تیاری کرو۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے جلدی جلدی سامان سفر درست کیا، حضرت اسماءؓ کو جلدی میں توشہ دان کے لئے کچھ نہ ملا تو اپنا کمر بند ہی پھاڑ کر باندھ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کے لئے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں، ایک اُنھوں نے آپ کی خدمت میں پیش کی، اور دوسری پر خود سوار ہوئے۔

غارِ ثور

روانگی کے بعد پہلی منزل غارِ ثور تھی، حضرت ابوبکرؓ نے اندر جا کر اس کو اچھی طرح سے صاف کیا، اور تمام سُوراخ بند کر دئے، پھر رسُول اللہؐ اپنے رفیق کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے، اتفاقاً ایک سوراخ بند ہونے سے رہ گیا تھا، اس میں سے ایک زہریلے سانپ نے نکل کر حضرت ابوبکرؓ کے پاؤں

میں کاٹ لیا، درد کی وجہ سے ان کے آنسو نکل پڑے، اور ایک قطرہ آں حضرت کے روئے انور پر گر گیا، آپ نے آنکھ کھول کر پوچھا تو انھوں نے عرض کی کہ سانپ نے کاٹ لیا ہے، آپ نے اپنا لعاب مبارک اس جگہ پر لگا دیا اور زہر کا اثر بالکل دور ہو گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے صاحب زادہ حضرت عبداللہ رات کے وقت شہر کے تمام واقعات کی اطلاع دینے کے لئے آتے، آپ کے غلام عامر بن فہیرہ دن بھر مکہ کی چراگاہ میں بکریاں چراتے، اور رات کو غار کے پاس لے آتے، صبح کے وقت جب عبداللہ واپس جاتے تو یہ ان کے پیچھے پیچھے بکریاں لے جاتے کہ ان کے پاؤں کے نشانات مٹ جائیں۔

کفار کی تلاش

جس شب کو آں حضرت صنے ہجرت فرمائی، ابوجہل اور اس کے ساتھی کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کئے رہے، صبح کو اندر داخل ہوئے تو بے نیل مرام واپس لوٹے، یہاں سے وہ لوگ حضرتِ ابوبکرؓ کے گھر گئے، اور حضرت اسماءؓ سے ان کے والد کا پتہ دریافت کیا، انھوں نے لاعلمی ظاہر کی تو انھیں یقین ہو گیا کہ دونوں مل کر چلے گئے، انھوں نے اعلان کر دیا کہ جو شخص محمدؐ کو گرفتار کرے گا، اُسے ایک سو اونٹ انعام میں ملیں گے، لوگوں نے ہر طرف تلاش شروع کر دی، بعض غار تک بھی پہنچ گئے، حضرت ابوبکرؓ یہ دیکھ کر گھبرا گئے، مگر ہمارے رسولؐ نے ارشاد فرمایا، تم غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے، چنانچہ کفار اِدھر اُدھر تلاش کرکے ناکام واپس لوٹ گئے۔

تین دن اور تین رات کے بعد یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہوا، حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے ان کا غلام عامر بن فہیرہ بیٹھ گیا، عبداللہ بن اریقط آگے آگے راستہ بتاتا جاتا تھا، دوران سفر میں حضرت ابوبکرؓ نے سراقہ بن جعشم کو دیکھ لیا، جو قریش کی طرف سے آں حضرت کی تلاش کر رہا تھا، قریب آیا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے، اس نے اتر کر فال نکالی، جواب ملا کہ تعاقب نہ کرو، مگر وہ پھر آگے بڑھا، اور پھر وہی ہوا، آخر آپ سے امان کا پروانہ لے کر واپس چلا گیا۔

رسول اللہ آگے بڑھے تو حضرت زبیر مل گئے جو مسلمان سوداگروں کے ساتھ شام سے آرہے تھے، انھوں نے آپ کو اور حضرت ابوبکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے، مدینہ میں جب آپ کا داخلہ ہوا تو دونوں یہی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے بارہا سفر کیا تھا، لوگ انھیں جانتے پہچانتے تھے، آں حضرت کو دیکھ کر پوچھتے کہ یہ کون ہیں؟ آپ فرماتے یہ ہمارے رہنما ہیں، اسی طرح دشمنوں سے بچتے بچاتے ۱۲ ربیع الاول نبوت کے چودھویں سال مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ قبا میں قیام فرمایا، آں حضرتؐ تشریف رکھتے تھے، اور حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو کر لوگوں کا استقبال کرتے تھے، جن لوگوں نے اب تک آں حضرتؐ کے روئے اطہر کی زیارت نہیں کی تھی، وہ غلطی سے حضرت ابوبکرؓ کے گرد جمع ہونے لگے، آپ اس کو سمجھ گئے، تو اپنی چادر سے رسول اکرمؐ پر سایہ کر دیا، تب لوگوں نے خادم اور مخدوم میں تمیز کی۔

رسولِ پاکؐ کی رحلت

قیامِ مدینہ :-

چند روز تک قبا میں رہنے کے بعد رسولِ کریم مدینہ تشریف لے آئے، اور حضرت ابوایوب انصاری کے مکان میں فروکش ہوئے، حضرت ابو بکرؓ یہاں کے ایک معزز رئیس حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر کے مکان میں ٹھہرے، کچھ دنوں کے بعد آپ کے اہل و عیال بھی حضرت طلحہ کے ساتھ آگئے، جب مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کا سلسلہ قائم ہوا تو آپ کا بھائی چارہ حضرت خارجہ بن زہیر سے قائم کر دیا گیا۔

امن کی جگہ جو مل گئی تو اب سب طرف سے مسلمان آنا شروع ہو گئے، اس لئے رسول اللہ کو مسجد کی تعمیر کا خیال آیا، پاس ہی زمین کا ایک ٹکڑا تھا، جس کے مالک دو یتیم بچے تھے، حضرت ابو بکرؓ نے اپنے پاس سے ان بچوں کو زمین کی قیمت ادا کر دی، اور سب نے مل کر اس جگہ مسجد تعمیر کی جس کا نام مسجد نبوی ہے۔

مکہ سے مسلمان اس لئے بھاگے تھے کہ مدینہ میں اطمینان کے ساتھ اللہ کا نام لیں گے، مگر دشمنوں نے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا، اور گراں فوج لے کر مدینے پر حملہ آور ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مجبوراً سپہ سالاری کے فرائض ادا کرنے پڑے، اس جنگ میں حضرت ابو بکرؓ نے

اپنی جاں بازی کے خوب ہی جوہر دکھائے، ایک مرتبہ آں حضرتؐ سجدہ میں سر رکھے دعا فرما رہے تھے، کہ اے اللہ! میری مدد کر، اپنا عہد پورا کر، کیا تو چاہتا ہے کہ اس زمین کی پشت پر تیرا نام لینے والا کوئی بھی باقی نہ رہے، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ آپ پریشان نہ ہوں، اللہ آپ کو کامیاب کرے گا، اس جنگ میں کفار کے ستر آدمی قید ہوئے، رسول اللہؐ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، آپ کو سب سے زیادہ حضرت ابوبکرؓ ہی کی رائے پسند آئی اور آپ نے اسی پر عمل کیا۔

جنگ احد :-

کفار اگلے سال پھر مدینے پر حملہ آور ہوئے، احد کے میدان میں پہلے تو مسلمانوں کو کامیابی ہوئی مگر تیر اندازوں کی غلطی سے بعد کو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، خود آں حضرتؐ بھی اس میں زخمی ہو گئے، اس وقت جو صحابہ کرام ثابت قدم رہے، ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی تھے، ابو سفیان نے پہاڑی پر چڑھ کر سب سے پہلے رسول کریمؐ کو پکارا، جب ادھر سے جواب نہ ملا تو پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو پکارا۔

کفار جب یہاں سے واپس چلے گئے، تو دوسرے روز مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ ان تعاقب کرنے والوں میں حضرت ابوبکرؓ بھی تھے، اس کے بعد اور جتنی لڑائیاں ہوئیں ان میں آپ برابر شریک رہے۔

حدیبیہ کی صلح :-

زیارت کعبہ کے خیال سے آں حضرتؐ ۶ھ ہجری میں چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے، قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ قریش مزاحم ہوں گے، آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی کہ ہم صرف زیارت کی غرض سے جا رہے ہیں، اگر کوئی روکے گا تو ہم اس سے جنگ کریں گے، چنانچہ آپ آگے بڑھے، اور حدیبیہ میں ٹھیر گئے۔

گفتگوئے صلح کے لئے حضرت عثمانؓ کو مکہ بھیجا گیا، ان کے آنے میں دیر ہوئی تو یہ مشہور ہو گیا کہ کفار نے انھیں شہید کر دیا ہے، اس پر وہ بیعت ہوئی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے، قریش اس سے خوف زدہ ہو گئے، اور صلح کے لئے عروہ بن مسعود کو سفیر بنا کر بھیجا، دوران گفتگو میں اس نے کہیں یہ کہہ دیا کہ اے محمدؐ میں آپ کے ساتھ ایسے چہرے دیکھتا ہوں جو وقت پڑنے پر بھاگ جائیں گے، صحابہ کرام سُن کر طیش میں آ گئے، یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ بھی ناراض ہو کر کہنے لگے، کیا ہم اللہ کے رسول کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، جب اسے معلوم ہوا کہ اس جملہ کے کہنے والے حضرت ابو بکرؓ ہیں تو اس نے کہا کہ اگر آپ کا مجھ پر احسان نہ ہوتا تو میں نہایت سخت جواب دیتا۔

آخر صلح ہو گئی، مگر جو شرائط طے ہوئے، حضرت عمرؓ ان سے خوش نہ تھے، وہ جوش میں بھرے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے، اور کہا کہ کیا ہم حق پر، اور کفار باطل پر نہیں، ہم کیوں دب کر صلح کریں، حضرت ابو بکرؓ نے ارشاد فرمایا کہ آں حضرتؐ اللہ کے رسول ہیں، آپ اس کی کبھی نافرمانی نہیں کر سکتے، وہ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔

بقیہ غزوات :-

سنہ ۷ھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی تو اس کے سب سے پہلے سپہ سالار حضرت ابوبکرؓ ہی تھے، بعد کو یہ عہدہ حضرت علیؓ کے سپرد کیا گیا، شعبان میں بنو کلاب کی مہم پر آپ مامور کئے گئے، اور کامیاب واپس لوٹے، پھر بنو فزارہ کی تادیب کے لئے ایک مہم روانہ کی گئی، تو اس میں بھی آپ شریک تھے،
سنہ ۸ھ میں کفار مکہ نے حدیبیہ کی خلاف ورزی کی تو انھیں سزا دینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے آپ کے فاتحانہ داخلہ کے وقت حضرت ابوبکرؓ بھی آپ کے ہمرکاب تھے۔
مکہ سے واپسی پر بنو ہوازن نے لڑائی کا اعلان کر دیا، اس جنگ میں جو صحابہ کرام ثابت قدم رہے ان میں حضرت ابوبکرؓ بھی تھے، آگے بڑھے تو طائف کا محاصرہ کیا گیا، جس میں آپ کے فرزند حضرت عبداللہ زخمی ہو گئے اور آخر اسی زخم کی وجہ سے آپ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں ان کی شہادت ہو گئی۔

سنہ ۹ ہجری میں یہ خبر اڑی کہ قیصر روم مسلمانوں پر حملہ کرنے والا ہے، رسول اللہ نے اس جنگ کے لئے خاص طور پر صحابہ کرام کو جوش دلایا، اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی، حضرت ابوبکرؓ کے پاس جو کچھ تھا سب کا سب دربارِ رسالت میں پیش کر دیا، آپؐ نے پوچھا کہ گھر میں کیا چھوڑا تو عرض کی "اللہ اور اس کا رسول"

اسی سال رسول اللہ نے آپ کو امیر حج بنا کر مکہ روانہ کیا، اور فرمایا

کہ اس اجتماع میں وہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے، اسی زمانہ میں سورۂ براۃ نازل ہوئی، تو رسول اللہ نے آپ کی مدد کے لئے حضرت علی رضؓ کو روانہ کیا۔

فراست صدیق :-

سنہ ۱۰ ہجری میں رسول اللہ نے حجۃ الوداع کیا، حضرت ابو بکرؓ بھی آپ کے ساتھ تھے، واپسی پر آں حضرت نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ نے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا اور آخرت میں سے ایک کو پسند کرلے، لیکن اس نے آخرت کو ترجیح دی، حضرت ابو بکر یہ سن کر رونے لگے تو صحابہ کرام کو اس پر تعجب ہوا، مگر انھیں بہت جلد معلوم ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ کا رونا بالکل صحیح تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تقریر کے بعد بیمار ہو گئے، اور جب مسجد میں تشریف لانے سے معذور ہو گئے تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، حضرت عائشہؓ کو خیال ہوا کہ لوگ اس پر حسد کریں گے، اس لئے انھوں نے حضرت حفصہ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ دربار رسالت میں یہ عرض کریں کہ ابو بکرؓ رقیق القلب ہونے کی وجہ سے امامت کے لئے موزوں نہیں، آپ حضرت عمرؓ کو اس منصب پر مامور فرمائیں، مگر آپ نے فرمایا کہ اللہ صرف ابو بکرؓ ہی کی امامت سے راضی ہو سکتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ آپ کی بیماری کے دوران میں نماز پڑھاتے رہے، کچھ دنوں کے بعد آپ کو مرض سے کچھ افاقہ ہوا تو حضرت ابو بکرؓ اجازت لے کر

مقام سخ کو چلے گئے، جہاں ان کی بیوی خارجہ بنت زبیر رہتی تھیں، وہاں سے واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم قدس کو سدھار چکے تھے، اور مسجد کے دروازے پر ایک ہنگامہ بپا تھا، آپ کسی سے کچھ نہ بولے، سیدھے حضرت عائشہ رضؓ کے گھر میں داخل ہوئے، رسول اللہ کے نورانی چہرہ کو بے نقاب کر کے جبین مبارک کو بوسہ دیا، اور رو کر کہا، جو موت آپ کے لئے مقرر ہو چکی تھی، آپ اس کا مزہ چکھ چکے، اب اس کے بعد آپ پر کوئی دوسری موت نہیں آئے گی، باہر آئے تو دیکھا، حضرت عمر رضؓ تقریر کر رہے ہیں، آپ نے انھیں بٹھانا چاہا، مگر انھوں نے وارفتگی میں کچھ خیال نہ کیا، آپ نے الگ کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی، سب کے سب آپ کی طرف جھک پڑے، آپ نے فرمایا کہ جو لوگ محمدؐ کی پرستش کر رہے تھے، انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی وفات ہو گئی، اور اگر وہ اللہ کو پوجتے تھے، تو وہ زندہ ہے، کبھی نہ مرے گا۔ اس تقریر سے سب کے شبہات دور ہو گئے۔

خلافت

از ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تا ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ھ

سقیفہ بنی ساعدہ :-

مدینہ کے انصار اوس اور خزرج میں تقسیم تھے، خزرج کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ تھے، جن کا مکان مدینہ کے بازار کے قریب تھا، اس کے پاس بیٹھنے کے لئے ایک سائبان بنا ہوا تھا، جس کا نام سقیفہ بنی ساعدہ تھا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان ہوا تو منافقین نے فتنۂ خلافت کھڑا کر دیا، اور انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں اس پر بحث شروع کر دی، وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ حق دار خلافت سمجھتے تھے، اور ان کا رجحان حضرت سعد بن عبادہ کی طرف تھا، حضرت سعد نے انصار کے محامد و اوصاف بیان کر کے کہا کہ خلافت رسول تمہارا حق ہے، تم اس میں کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کرو۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ مہاجرین کو بھی اس کی اطلاع مل گئی، اسی وقت حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح وہاں آ گئے اور بات چیت شروع ہوئی۔

حضرت ابو بکرؓ نے تمام امور کو پیش نظر رکھ کر فرمایا کہ امراء مہاجرین

میں سے ہوں، اور وزیر انصار میں سے، اس میں شک نہیں کہ انصار بہت سے مکارم و فضائل کے مالک ہیں، لیکن عرب قریش کے سوا اور کسی کے آگے جھکنے کو تیار نہیں، مہاجرین کو آپ سے اسلام میں تقدم حاصل ہے، اور پھر وہ نسباً بھی آں حضرت کے زیادہ قریب ہیں، یہ ابو عبیدہ بن الجراح اور عمر بن الخطاب ہیں، ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔

یہ تقریر ختم ہی ہوئی تھی کہ حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، اس لئے کہ آپ ہم سے بہتر ہیں، رسول اللہ بھی آپ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اس مجمع میں حضرت ابو بکرؓ سے بڑھ کر اور کوئی معزز و محترم نہ تھا۔ اس لئے بلا چون و چرا سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

پہلی تقریر:۔

دوسرے روز مسجد میں عام بیعت ہوئی، اور آپ نے منبر پر بیٹھ کر حسب ذیل تقریر کی :۔

لوگو! اللہ کی قسم میں امارت کا آرزومند نہ تھا، میں نے کھلم کھلا اور چھپ کر کبھی بھی اللہ سے اس کی دعا نہیں کی، اور نہ مجھے اس کا شوق تھا مگر مجھے خوف ہے کہ کہیں فتنہ نہ پیدا ہو جائے، اس بنا پر یہ بوجھ اٹھانے کو آمادہ ہو گیا ہوں میرے لئے اس میں کوئی راحت نہیں، بلکہ اتنا بڑا بوجھ مجھ پر ڈال دیا گیا ہے کہ میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا، اور اللہ کی نصرت و یاوری کے بغیر میں اسے پورا نہیں کر سکتا، کاش اس جگہ پر کوئی دوسرا شخص ہوتا جو مجھ سے زیادہ اس بوجھ کے

اٹھانے کی قابلیت رکھتا۔

میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں، حالانکہ میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں، اگر اچھا کام کروں تو میری مدد کرو، اور اگر غلطی کروں تو اصلاح کر دینا، سچائی امانت ہے، اور جھوٹ بد دیانتی، ان شاء اللہ تمھارا کمزور بھی میرے نزدیک قوی ہے، یہاں تک کہ اس کا حق دلوا دوں، اور تمھارا قوی آدمی بھی میرے نزدیک کم زور ہے، جب تک اس سے حق نہ لے لوں، جو قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیتی ہے، اللہ اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے، اور جن لوگوں میں بدکاری عام ہو جاتی ہے، ان پر بلا بھی عام ہو جاتی ہے، اگر اللہ اور رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو، اور اگر میں نافرمانی کروں تو اس وقت میری اطاعت تم پر لازم نہیں۔

ظہور فسادات:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان ہوتے ہی سب طرف فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا، کچھ لوگ ایسے تھے جنھوں نے نبوت کا دعوے کر کے اپنی اپنی جماعت بنانی شروع کر دی، ایک طرف مرتدین اسلام سے منحرف ہو گئے تھے، اور اسلام کے خلاف بغاوت کا جھنڈا اکھڑا کر چکے تھے، ایک گروہ مسلمانوں کا تھا، جو نماز و روزہ کا تو پابند تھا مگر زکوٰۃ دینے سے انکار کرتا تھا۔

ان مشکلات و موانع کے دوران میں آپ کی خلافت کا اعلان ہوا، رسول اللہ نے اپنی وفات سے قبل حضرت اسامہ بن زید کو ایک فوج کا سردار بنا کر شام پر حملہ کرنے پر مامور کیا تھا تاکہ جنگ موتہ میں جو حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے ہیں،

ان کا انتقام لیا جائے، لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ آں حضرت بیمار ہو گئے، اس لئے اس لشکر کی روانگی رُک گئی، آپ کا انتقال ہو گیا تو صحابہ نے ابوبکرؓ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ فی الحال اس فوج کی روانگی ملتوی کر دیں، اس لئے کہ ہر طرف فتنہ نے سر اُٹھا لیا ہے، اور اس لشکر میں مسلمانوں کے چیدہ چیدہ افراد شامل ہیں، فتنہ دب جائے تو اسے روانہ کر دیجئے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس مشورہ کو قبول کرنے سے سختی کے ساتھ انکار کر دیا۔ اور فرمایا قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں جان لوں کہ درندے مجھے پھاڑ کھائیں گے، پھر بھی اس لشکر کو روانہ کرنے سے باز نہیں رہوں گا، خواہ بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی نہ رہ جائے۔

لشکر کی روانگی:-

حضرت اسامہ زید بن حارثہ کے بیٹے تھے، جو آں حضرت کے غلام تھے، اس وقت ان کی عمر کل سترہ سال کی تھی، انصار نے حضرت عمرؓ کی معرفت حضرت ابوبکرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ کو لشکر بھیجنا ہی ہے تو کسی سن رسیدہ شریف النسل کو اس کا امیر مقرر فرما دیجئے، آپ یہ سُن کر غصہ سے بے تاب ہو گئے، اور حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر فرمایا کہ رسُول نے تو اسامہ کو سردار مقرر کیا ہے اور میں اسے برطرف کر دوں ؟

آخر لشکر روانہ ہوا، حضرت اسامہ گھوڑے پر سوار تھے، اور خلیفہ ان کے ساتھ پیدل چل رہا تھا، اسامہ نے کہا، یا تو آپ سوار ہوں، ورنہ مجھے اُترنے کی اجازت دیں، آپ نے فرمایا، نہ میں خود سوار ہوں گا، اور نہ تمھیں پیادہ

ہونے کی اجازت دوں گا، اسی فوج میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے، ان کا مدینہ میں رہنا ضروری تھا، حضرت ابوبکرؓ نے اسامہ سے کہا کہ اگر مناسب سمجھو تو میری امداد کے لئے عمرؓ کو یہاں چھوڑ دو، حضرت اسامہ نے اجازت دے دی، وداع کے وقت آپ نے فرمایا۔

لوگو، ٹھیرو میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں، اسے یاد رکھنا، خیانت سے بچنا، مال نہ چھپانا، بے وفائی سے پرہیز کرنا، مثلہ نہ کرنا، بوڑھوں، بچوں، اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، کھجوروں اور پھل لانے والے درختوں کو نہ کاٹنا، کھانے کے سوا اور کسی کام کے لئے جانوروں کو ذبح نہ کرنا، تمھیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو خانقاہوں میں عبادت کے لئے بیٹھے ہوں گے، انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینا، ان لوگوں پر بھی گذرو گے جو تمھارے پاس قسم قسم کے کھانے برتنوں میں لائیں گے، اس میں سے تمھیں کھانا ہو تو اللہ کا نام لے کر کھا لینا، تمھارا گذر ایسے لوگوں پر بھی ہوگا جن کے سروں میں شیطان نے گھونسلہ بنا رکھا ہوگا، ان کو تلوار سے کاٹ ڈالنا، اب اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ، اللہ تم کو دشمنوں کے نیزوں اور تلواروں سے بچائے۔

یکم ربیع الثانی ۱۱ھ ہجری کو یہ لشکر مدینے سے روانہ ہو کر حدودِ شام میں پہنچا، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا انتقام لے کر چالیس روز کے بعد مظفر و منصور واپس آیا، حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کرام کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔

مدعیان نبوت:۔

آں حضرت ہی کی زندگی میں جھوٹے نبی پیدا ہو گئے تھے، مسیلمہ کذاب نے ۱۰ھ ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اور بھی جھوٹے نبی پیدا ہو گئے جن کی تفصیل یہ ہے:۔

طلحہ بن خویلد:۔

یہ قبیلہ بنو اسد کا سردار تھا، دعوائے نبوت میں اس کا قبیلہ بھی اس کی اعانت پر تھا، بنو طے بھی اس کے ساتھ تھے، قبیلہ غطفان جس کا سردار عیینہ بن حصن فزاری تھا، چند مخصوص افراد کے سوا اس کا ہم نوا تھا، حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی اس وقت مدینہ ہی میں تھے، حضرت ابو بکرؓ سے اجازت لے کر وہ اپنی قوم کے پاس گئے، اور سمجھا کر انھیں اسلام پر لے آئے،

حضرت خالد بن الولید ۱۱ھ ہجری میں ثابت بن قیس انصاری کے ساتھ مہاجرین و انصار کی جمعیت لے کر مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے، بنو طے تو پہلے ہی حضرت عدی بن حاتم کی سعی و کوشش سے راہ راست پر آگئے تھے، قبیلہ جدیلہ بھی ان کو دیکھ کر اسلام میں داخل ہو گیا، ان دونوں قبیلوں سے حضرت خالد کو ایک ہزار آزمودہ کار سپاہی ہاتھ آئے، یہ تمام فوج بزاخہ میں خیمہ زن ہوئی، اور طلحہ کو شکست دی، جو بھاگ کر شام چلا گیا، اور پھر ذلت و رسوائی کے بعد مسلمان ہو گیا۔

مسیلمہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں یمامہ کا قبیلہ بنو حنیفہ مسلمان ہو چکا تھا، جب اس کے سردار مسیلمہ بن حبیب نے آپ کی علالت کی خبر سنی،

تو نبوت کا دعویٰ کر دیا، حضرت ابوبکرؓ نے اس کی سرکوبی کے لئے حضرت شرجیل بن حسنہ اور حضرت عکرمہ کو روانہ کیا، اور حکم دیا کہ جب دونوں فوجیں جمع ہو جائیں، اس وقت بنو حنیفہ سے جنگ کی جائے، حضرت عکرمہ نے اس خیال سے کہ کامیابی کا سہرا ان کے سر بندھے، اپنی فوج سے حملہ کر دیا، اور شکست کھائی۔

حضرت ابوبکرؓ نے شکست کا حال سُنا تو بہت برہم ہوئے، اور حضرت خالد بن الولید کو اس مہم پر روانہ کیا، مسیلمہ کی فوج چالیس ہزار کے قریب تھی، دونوں میں نہایت ہولناک جنگ ہوئی، صحابہ کرام نے اس جوش وخروش کے ساتھ حملہ کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے، وحشی کے ہاتھ سے مسیلمہ مارا گیا، بنو حنیفہ کو بہت بُری طرح شکست ہوئی، سب کے سب بھاگ کر قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے، آخر اس شرط پر صلح ہوئی کہ ان کا نقد مال اور ہتھیار ضبط کر لئے جائیں، اور لڑنے والوں کو قتل نہ کیا جائے، اس جنگ میں بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی بھی شہید ہوئی، جن میں بہت سے حفاظ بھی تھے۔

سجاح :-

مرد تو ایک طرف، عورتوں کو بھی اس کا جنون ہو گیا تھا، چنانچہ بنو یربوع کی شاخ بنی تغلب میں سے ایک عورت سجاح بنت حارث تمیمیہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا، اشعث بن قیس اس کا خاص داعی تھا، بنو تغلب کے نصاریٰ نے اس کا ساتھ دیا، اس نے اپنی قوت کو مضبوط کرنے کے خیال

سے مسیلمہ سے شادی کرلی، مگر جب وہ مارا گیا تو یہ بھاگ کر بصرہ چلی گئی، اور کچھ دنوں کے بعد مرگئی۔

اسود عنسی:۔

رسول اللہ کی وفات سے قبل ہی اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، یمن کے دیہاتی اور قبیلہ مذحج کے لوگ اس کے ساتھ ہوگئے تھے، اسود کو اپنے امیر فوج قیس بن عبد یغوث مرادی پر شبہ ہوگیا، جب قیس کو اپنی جان کا خطرہ ہوا تو اس نے اسود کے قتل کی سازش کی، اس سازش میں اسود کی بیوی بھی شامل تھی، آخر قیس بن مکشوح اور فیروز نے رات کے وقت اسود کو نشہ کی حالت میں قتل کرڈالا، اور جب صبح ہوئی تو اس کے مکان کی چھت پر چڑھ کر اذان دی، صفا کے لوگوں نے ان تمام واقعات کی اطلاع مدینہ بھیج دی قاصد جس صبح مدینہ پہنچا، اس کی شام کو رسول اکرم کا انتقال ہوگیا۔

فتنہ ارتداد

بہت سے صحرانشین قبائل اگرچہ اسلام میں داخل ہوچکے تھے، مگر ان کے دلوں میں اس نے جگہ نہیں پکڑی تھی، جب انھیں آں حضرت کی وفات کی خبر ملی تو انھیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب ہم اسلامی فرائض سے بالکل آزاد ہیں، اس لئے بہت سے سرداران عرب مرتد ہوگئے، اور ہر ایک نے اپنے اپنے حلقہ میں آزادی کا اعلان کردیا، بحرین میں نعمان بن منذر نے بغاوت کی، لقیط بن مالک عمان میں باغی ہوگیا، اسی طرح کندہ میں بہت سی بادشاہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق جب مدعیانِ نبوت سے فارغ ہو گئے تو ان مرتدین کی طرف متوجہ ہوئے، چنانچہ آپ نے علاء بن محصن کی تلوار سے لقیط بن مالک کو قتل کرا کے سرزمین عمان کو پاک وصاف کر دیا، اور زیاد بن لبید نے ملوک کندہ کی سرکوبی کی۔

منکرین زکوٰۃ

اسلام لانے کے بعد بدوی قبائل کے لئے جو چیز سب سے زیادہ گراں تھی، وہ زکوٰۃ کا ادا کرنا تھا، وہ تمام ارکان اسلام کے پابند تھے، مگر ان کا مدعا یہ تھا کہ زکوٰۃ سے انھیں مستثنیٰ کر دیا جائے، وہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، اس لئے جب ان لوگوں نے مدینہ میں آکر حضرت ابوبکرؓ سے یہ درخواست کی تو بڑے بڑے صحابہ نے بھی انھیں یہی مشورہ دیا کہ مصلحت وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کی جائے، حضرت عمرؓ کی بھی یہی رائے تھی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، جاہلیت میں تو اس قدر جبّار تھے، اور اسلام میں یہاں تک خوار ہو گئے، وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا، اور دین کامل ہو گیا، کیا میری زندگی میں اس میں کمی ہو سکتی ہے، خدا کی قسم، اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو آں حضرت کو دیا جاتا تھا کوئی دینے سے انکار کریگا تو میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ ابوبکرؓ کے دل کو اللہ نے جہاد کے لئے کھول دیا ہے۔ چنانچہ قبائل کے ایلچی ناکام واپس گئے، اور

جب جیش اسامہ آگیا تو آپ خود صحابہ کی فوج لے کر ان منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی کے لئے نکلے، مقام ابرق میں نبو عبس کو مغلوب کیا، پھر نبو ذبیان کو شکست دے کر واپس مدینہ آگئے، یہاں سے جیش اسامہ کو لے کر مقام ذوالقصہ میں قیام فرمایا، اور وہاں گیارہ جھنڈے گیارہ امیروں کو دے کر فوج کے دستے ان میں تقسیم کر دئے۔

صدیق اکبرؓ کے اس تشدد اور عزم راسخ کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک ہی سال کے اندر تمام فتنے فرو ہو گئے، اور انھیں اطمینان قلب کے ساتھ دوسرے امور کی طرف اپنی توجہ منعطف کرنے کا موقع ملا۔

جمع قرآن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تدریجاً قرآن نازل ہوتا رہا، اور آپ کی زیر نگرانی آیات و سور مرتب ہوتی رہیں، مگر سب کی سب ایک ترتیب کے ساتھ یکجا نہ تھیں، بلکہ صحابہ کرام ان کو کھجور کی شاخوں، ہڈیوں، چمڑے اور پتھر کی تختیوں پر لکھ لیتے، جب مرتدین اسلام و مدعیانِ نبوت سے لڑائیاں ہوئیں، اور ان میں بہت سے حفاظ شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ کو اندیشہ ہوا کہ اگر صحابہ کی شہادت کا یہ سلسلہ جاری رہا تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا۔

جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ صحابہ شہید ہو گئے تھے، اس لئے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو جمع قرآن کی طرف توجہ دلائی مگر انھوں نے ایسا کرنے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ خود رسولِ اکرم نے یہ کام اپنی زندگی میں

نہیں کیا تھا، مگر حضرت عمرؓ برابر اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ اس کی مصلحت کو سمجھ گئے، اور انھوں نے حضرت زید بن ثابت کاتب وحی کو اس کے لئے حکم دیا، حضرت زید نے کوشش کرکے تمام حزم و احتیاط کے ساتھ ان متفرق اجزا کو ایک کتاب کی شکل میں یک جا کر دیا۔

یہ نسخہ حضرت ابوبکرؓ کے خزانہ میں محفوظ رہا، پھر حضرت عمرؓ کے قبضہ میں رہا، انھوں نے حضرت حفصہ کے حوالے کرکے یہ وصیت کردی کہ اس سے صرف نقل و تصحیح کا کام لیا جا سکتا ہے کسی کو دینے کی اجازت نہیں، حضرت عثمانؓ نے اس نسخہ کی نقلیں لے کر تمام مملکت میں تقسیم کر دیں، مگر نسخہ حضرت حفصہ ہی کے قبضہ میں رہا، یہاں تک کہ مروان حاکم مدینہ نے ان سے لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہا، آخر ان کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے لے کر اسے ضائع کر دیا۔

فتوحات

ایران :-

جزیرہ نمائے عرب کے باشندے صحرائی زندگی پر قانع تھے، ان کی باہمی خانہ جنگی نے ان کی قوت کو فنا کر دیا تھا، اور اس لئے ہمیشہ اپنی ہمسایہ قوموں کے غلام رہتے تھے، عرب کی سرحد پر دنیا کی دو عظیم الشان سلطنتیں تھیں،

ایک ایران اور دوسری شام، ان دونوں سلطنتوں کی برابر یہ کوشش رہی کہ عرب کے جنگ جو قبائل ہمیشہ ان کے مطیع اور فرماں بردار رہیں۔

اس مقصد کے حصول میں ایرانی حکومت نے سب سے زیادہ قربانیاں کی تھیں، بڑی بڑی فوجیں بھیجی جاتی تھیں، چنانچہ ایک مرتبہ شاپور بن اردشیر کے زمانہ میں حجاز اور یمن اس کے باج گذار بن گئے تھے، ایسے ہی ساپور ذی الاکتاف حجاز اور یمن فتح کرتا ہوا مدینہ منورہ تک پہنچ گیا تھا، ساپور عربوں کا نہایت ہی شدید دشمن تھا، جب اشراف و روسائے عرب گرفتار ہوکر اس کے دربار میں پیش کئے جاتے تو یہ ان کے شانے اکھڑوا ڈالتا، اسی لئے اس کا نام ذوالاکتاف پڑ گیا تھا۔

حکومت ایران کا پایہ تخت مدائن تھا، جو واسط اور بغداد کے درمیان دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر آباد تھا، ساسانی حکومت کی بنیاد اردشیر بابکان نے ڈالی تھی، اور اپنا لقب شاہنشاہ مقرر کیا تھا، اس خاندان کا ایک بادشاہ پرویز تھا، جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نامہ مبارک بھیجا تھا کہ وہ اسلام قبول کرے، اس نے غصہ میں آکر خط تو چاک چاک کردیا، اور حاکم یمن کو لکھا کہ وہ آپ کو گرفتار کرکے اس کے پاس بھیج دے۔

پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کردیا مگر آٹھ ماہ بھی حکومت نہ کرنے پایا تھا کہ فنا ہوگیا، اب اس کا کم سن بچہ تخت پر بیٹھا، جس کو ایرانی فوج کے سپہ سالار شہر براز نے قتل کردیا، اور تاج خسروی اپنے سر پر

لیا، مگر ارکان سلطنت نے متفق ہو کر اُس کو مار ڈالا، اور شیرویہ کی بہن
پوران دخت کو تخت پر بٹھا دیا، جو سوا سال تک حاکم رہی، اس کا زمانہ
آں حضرت کی زندگی کا آخری وقت تھا، اس کے بعد جوان شیر اور پھر
پرویز کی دوسری بیٹی آرزمی دخت تخت پر متمکن ہوئی سب سے آخر
شہریار کا بیٹا یزدگرد بادشاہ بنا جس کے زمانے میں تمام ایران پر اسلامی
پرچم لہرانے لگا۔

پیش قدمی

اگرچہ ایرانی اہلِ عرب کو برابر دباتے رہتے تھے، مگر یہ لوگ دبنے
والے نہ تھے، انھیں جب موقع ملتا، بغاوت برپا کر دیتے، عراق میں کئی
مرتبہ عربوں نے اپنی حکومتیں قائم کیں، مگر شاہانِ عجم نے انھیں کبھی آزاد
نہ رہنے دیا، آں حضرت کے زمانۂ حیات تک عرب و ایران کی یہ چپقلش
برابر جاری تھی، جنگ ذی قار میں عربوں نے ایران کو شکست دی تو رسول اللہ
نے فرمایا کہ آج عرب نے ایران سے بدلہ لیا ہے۔

ان واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ عربوں کو اپنے ہم سایہ ایرانیوں سے
ہمیشہ خطرہ رہتا تھا، اس بنا پر جہاں خلیفۂ اوّل کو اندرونی خلفشار سے نجات
ملی، انھوں نے فوراً اپنی توجہ ایران کی طرف مبذول کی۔

اِن دنوں ایران میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا، اور یہ حکومت اپنی
گذشتہ شان و شوکت کھو چکی تھی، اس سے عربی قبائل نے فائدہ اٹھایا،
اور مثنی شیبانی اور سوید عجلی نے حیرہ و ابلہ کے گرد و نواح میں غارت گری شروع

کردی، مثنیٰ مسلمان تھے، انھوں نے دیکھا کہ وہ تنہا اتنی بڑی حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لئے دربار خلافت میں حاضر ہو کر فوج کشی کی اجازت طلب کی، اور اپنا قبیلہ لے کر ایران میں گھس گئے۔

ذات السلاسل

حضرت ابو بکرؓ نے اپنے سپہ سالار اعظم حضرت خالد بن الولید کو حکم دیا کہ جو مسلمان فتنہ ارتداد سے محفوظ رہے ہیں، انھیں اپنے ساتھ لے کر ایران پر حملہ آور ہوں، یمامہ میں آپ کو یہ فرمان وصول ہوا، آپ نے اسی وقت سرحد عراق کے گورنر ہرمز کو لکھا کہ مسلمان ہو جاؤ، یا ذمی بن کر جزیہ ادا کرو، ورنہ تمھیں ایک ایسی قوم سے جنگ کرنی پڑے گی جو اس قدر موت کی آرزو مند ہے جس قدر تم اپنی زندگی کے خواہاں ہو، ہرمز نے اس خط کو تو ایران بھیج دیا، اور خود فوجیں لے کر کواظم کی طرف بڑھا، مگر وہاں جاتے ہی مارا گیا، اور ایرانی شکست کھا کر بھاگ گئے۔

اس لڑائی کا دوسرا نام ذات السلاسل بھی ہے، اس لئے کہ ایرانی سپاہیوں کے ایک گروہ نے اپنے کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ میدان جنگ سے بھاگ نہ سکیں، جب اس فتح و کامرانی کی بشارت حضرت ابو بکرؓ کو ملی تو آپ بے حد خوش ہوئے، اور ہرمز کا تاج جو ایک لاکھ درہم کا تھا، حضرت خالد کو بخش دیا۔

شہنشاہ ایران کے پاس جب ہرمز کا خط پہنچا تو اس نے قارن کے ماتحت اس کی امداد کے لئے فوج روانہ کی، مگر اسے راستے ہی میں ہرمز کے

مارے جانے کی اطلاع مل گئی، اس نے مدار میں ڈیرے ڈال دیے، حضرت خالد نے اس کو ایسی زبردست شکست دی کہ سپہ سالار مارا گیا، تیس ہزار ایرانی قتل ہوئے، اور باقی کشتیوں پر سوار ہو کر ندی سے پار ہو گئے۔
اس ذلت آمیز شکست کی خبر سن کر ایران سے دو اور فوجیں روانہ کی گئیں، ایک اندرزگر کے ماتحت، اور دوسری بہمن جادویہ کے زیر امارت، جس میں نصارائے عرب بھی شریک تھے، اور مقام ولجہ میں ٹھیر گئیں، حضرت خالد نے ان فوجوں پر تین طرف سے حملہ کر دیا، ایک طرف سے خود بڑھے، جب لڑائی ذرا تیز ہو گئی تو دوسرے اور تیسرے دستہ نے یکے بعد دیگرے حملہ بول دیا، ایرانی خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلے۔

حیرہ کا محاصرہ

گذشتہ جنگ میں عیسائی عربوں نے ایرانیوں کی مدد کی تھی، اور ان میں بہت سے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے، اب ان کے ہم قوم نصاریٰ نے جوش میں بہمن جادویہ سے مل گئے جو انبار کے قریب الّیس میں ٹھیرا ہوا تھا، حضرت خالد نے آتے ہی اس شدت سے ان پر حملہ کیا کہ فوج کا بڑا حصہ قتل ہو گیا، اس کے بعد حضرت خالد نے حیرہ کا محاصرہ کر لیا، وہاں کے لوگوں نے دیکھا کہ وہ فرزندان اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو صلح کی درخواست کی، آپ نے ایک لاکھ نوے ہزار درہم پر صلح کر لی، اور ان کے تحائف اور ہدایا کو بھی جزیہ میں شامل کر لیا۔
حضرت خالد کے عدل و انصاف اور حسن عمل کی شہرت دور دور تک

پہنچ گئی تھی، دوسرے لوگوں نے بھی آپ سے صلح کی درخواست کی، فلالیج سے ہرمزجرد تک کے رئیسوں نے بیس لاکھ درہم پر صلح کرلی، حضرت خالد نے حیرہ سے شاہ ایران کو خط لکھا کہ وہ اسلام قبول کرلے، اس وقت ایرانیوں کا نظام نہایت مختل تھا، تخت کے بہت سے دعویدار تھے، مگر اس خط کو دیکھتے ہی ان لوگوں نے اپنے اختلافات مٹا کر فرخ زاد کو بادشاہ بنالیا۔

شمالی عراق

جب جنوبی عراق سے فراغت ہوگئی تو حیرہ پر قعقاع بن عمرو کو اپنا قائم مقام بنا کر شمالی عراق کو عیاض بن غنم کی امداد کو روانہ ہوگئے، انبار کے لوگ قلعہ بند ہوگئے تو ان کا محاصرہ کیا، آخر انھوں نے تنگ آکر صلح کرلی، اور درخواست یہ کی کہ ہم قلعہ اور تمام مال ومتاع آپ کے حوالے کرتے ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ ہم تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر نکل جائیں، آپ نے ان کی شرط منظور کرلی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آس پاس کے رؤسا، نے بھی جزیہ پر صلح کرلی، آپ نے زبرقان بن بدر کو اپنا جانشین بنایا، اور خود عین التمر کی طرف بڑھے، جہاں مہران بن بہرام اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن تھا، نصارائے عرب بھی اس کے ساتھ تھے، یہاں بھی فتح ونصرت حضرت خالد کے ہم رکاب تھی، دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا، اور جو قلعہ بند ہوگئے انھیں محاصرہ کے بعد قتل کرڈالا۔

یہاں حضرت خالد کو عیاض بن غنم کا خط ملا، جسے دیکھتے ہی آپ

دومۃ الجندل پہنچ گئے، ایک طرف تو عیاض اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اب دوسری طرف سے حضرت خالد نے محاصرہ کر لیا، وہاں کے رئیس اکیدر بن عبد الملک نے لوگوں کو سمجھایا کہ خالد سے مقابلہ نہ کرو، مگر وہ نہ مانے آخر شکست کھائی، اور بنی کلب کے سوا سب قتل کر دیئے گئے۔ اس کے بعد حضرت خالد نے حیرہ میں اقامت کی، اور آپ کے فوجی دستوں نے حصید اور خنافس میں ایرانی فوجوں کو شکست دی، اور خود آپ نے مصیخ کی طرف بڑھ کر ان عربی قبائل کو ایک ہولناک جنگ کے بعد شکست دی جو مسلمانوں سے لڑنے کو جمع ہو گئے تھے،

شام، عراق اور جزیرہ کی سرحدیں فراض پر مل جاتی ہیں، یہاں رومیوں، ایرانیوں اور عربوں کا اجتماع تھا۔ خالد نے ان سب کو شکست دی۔

شام

ایران کے بعد دنیا کی دوسری بڑی سلطنت روم تھی، اس کا پایۂ تخت رومۃ الکبریٰ تھا، شام، مصر اور حبش تمام مشرقی ممالک اس کے ماتحت تھے کچھ مدت کے بعد اس سلطنت کے دو ٹکڑے ہو گئے، مغربی حصہ کا دارالحکومت بدستور رومۃ الکبریٰ ہی رہا، اور مشرقی قسطنطنیہ قرار پایا، ہرقل والی افریقہ تھا، اس نے اپنے قیصر نوقا سے بغاوت کی، اور خود سنہ ۶۱۰ء سے سنہ ۶۴۱ء تک تخت پر متمکن رہا، اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۶ ہجری میں حضرت دحیہ کلبی کے ہاتھ اپنا نامہ مبارک بھیجا تھا۔

ایرانیوں اور رومیوں میں بھی مستقل نزاع قائم تھی، شام وعراق میں دونوں ایک دوسرے سے لڑتے رہتے تھے، قیصر فوقا اور نوشیرواں کی جنگ ابتدائے اسلام میں ہوئی تھی، جس میں رومیوں کو سخت شکست ہوئی، ان سے صلیب مقدس چھین لی گئی، فلسطین کو تباہ و برباد کر دیا گیا، اور مصر و اسکندریہ تک ایرانیوں نے فتح کر لیا، اہل عرب مشرک تھے، اس لئے وہ ایرانیوں کی فتح و کامرانی پر خوش تھے، مگر قرآن نے پیشین گوئی کی کہ چند سال کے اندر اندر رومی پھر غالب آجائیں گے، چنانچہ ۶۲۲ء میں ہرقل نے اپنی فوجی طاقت کو جمع کیا، اور ایرانیوں پر فتح کامل حاصل کر کے قرآن کے الہامی الفاظ کی تصدیق کی۔

ایران و روم برابر آپس میں لڑتے رہے تا آں کہ ۶۲۸ء میں دونوں کی صلح ہوگئی، تمام عیسائی قیدی رہا کر دیئے گئے، صلیب مقدس بھی ہرقل کے حوالے کر دی گئی، جس کی خوشی میں اس نے ۶۲۹ء میں بیت المقدس کا سفر کیا تھا، اور ابھی یہیں تھا کہ اس کو رسول اللہ کا نامہ مبارک ملا۔

سفراء کا قتل

عربوں کے تعلقات رومیوں کے ساتھ قدیم سے تھے، بہت سے عربی قبائل شام کے سرحدی اضلاع میں جا کر آباد ہو گئے تھے، اور عیسائی بن کر بڑی بڑی ریاستیں قائم کر لی تھیں، جب رسول اللہ کا ظہور ہوا، عرب مشرکین نے آپ کی مخالفت کی تو حدود شام کے عرب عیسائی وغیرہ نے بھی اس دشمنی میں حصہ لیا، جب حضرت دحیہ کلبی سفارت کے فرائض انجام دے کر واپس

آ رہے تھے تو شامی عربوں نے ان کا مال واسباب لوٹ لیا، ایسے ہی رسول اللہ کے قاصد حضرت حارث بن عمر کو بصرہ کے حاکم شرجیل نے قتل کرا دیا، ۹ھ میں معلوم ہوا کہ رومیوں کا لشکر مدینہ پر حملہ آور ہونے والا ہے تو اس کی روک تھام کے لئے خود آں حضرت تیس ہزار جاں باز صحابہ کرام کے ساتھ تبوک پہنچ گئے، دشمن ان تیاریوں کی وجہ سے خوف زدہ ہو گیا، اور مقابلہ کے لئے نہ نکلا۔

مگر باوجود ان باتوں کے مسلمانوں کو برابر اس بات کا ڈر رہتا تھا کہ شامی عرب اور رومی مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوں گے، اس لئے ۱۱ھ میں آں حضرت نے ایک اور لشکر تیار کیا تھا، جس کے سردار حضرت اسامہ مقرر کئے گئے تھے، ان کے والد حضرت زید جنگ موتہ میں شہید ہو چکے تھے، یہ لشکر ذات اقدس کی علالت کی بنا پر رک گیا تھا، جس کو حضرت ابو بکر نے آپ کی وفات کے بعد اپنی خلافت میں روانہ کیا۔

فوجوں کی روانگی

اگرچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسامہ کو سرحد شام کی طرف روانہ کر دیا تھا مگر پھر بھی انھیں برابر کھٹکا لگا رہتا تھا کہ ایک نہ ایک دن عیسائی اور رومی مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوں گے، اس لئے آپ نے ۱۲ھ ہجری کے آخر میں صحابہ کرام کے ساتھ مشورہ کر کے کئی طرف سے شام پر حملہ کرنے کا انتظام کیا، اور حسب ذیل صحابہ کو ان فوجوں کا امیر مقرر کیا۔

یزید بن ابی سفیان، دمشق پر حملہ آور ہوں۔
ابو عبیدہ بن الجراح، حمص پر حملہ آور ہوں۔

شرحبیل بن حسنہ، اُردن پر حملہ آور ہوں۔
عمرو بن العاص، فلسطین "

ان تمام فوجوں کی مجموعی تعداد چوبیس ہزار تھی، جب ہرقل کو ان فوجوں کی روانگی کی اطلاع ملی جو اس وقت حمص میں مقیم تھا تو اس نے کوشش کر کے ہر طرف مختلف جتھے روانہ کر دیئے تاکہ اسلامی افواج ایک مرکز پر جمع نہ ہو سکیں۔

یہ دیکھ کر مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا، آخر حضرت عمرو بن العاصؓ کی رائے پر فیصلہ کیا گیا کہ سب کے سب ایک جگہ پر جمع ہو جائیں، حضرت ابو بکرؓ کو اس سے مطلع کر دیں، اور ساتھ ہی دشمن کے غیر معمولی اجتماع کی بھی خبر دے دیں، صدیق اکبرؓ نے ان کی رائے کو پسند کیا، اور حکم دیا کہ سب لوگ یرموک میں جمع ہو جائیں، ہر امیر اپنی فوج کو نماز پڑھائے، ادھر آپ نے حضرت خالد بن الولید کو لکھا کہ وہ عراق میں مثنیٰ بن حارثہ کو اپنا قائم مقام بنا کر خود شام چلے آئیں، اس خط کے ملتے ہی آپ دس ہزار فوج لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

نئی ترتیب

اسلامی لشکر تک پہنچنے کے لئے حضرت خالد کو کئی لڑائیاں لڑنی پڑیں وہاں پہنچ کر آپ نے اسلامی فوج کے امراء کو ترتیب اور نظام کی طرف توجہ دلائی، اور کہا کہ ہم سب ایک امیر کے ماتحت ہو کر لڑیں، روزانہ نیا امیر ہو، آج کے دن تم مجھے اپنا امیر بنا دو۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا تو

آپ نے اپنی تمام فوج کو ۳۸ دستوں میں تقسیم کر دیا۔ اٹھارہ دستے قلب میں رکھے، اور ان کا امیر ابو عبیدہ کو بنایا، عمرو بن العاص اور شرجیل کے ماتحت دس دستوں کو میمنہ پر مقرر کیا۔ اور دس میسرہ پر جن کے سردار یزید بن ابی سفیان تھے، ابو سفیان، نقیب، ابو دردار قاضی اور مقداد قاری مقرر کئے گئے۔

رومی لشکر نے بھی بہترین طریق پر صف آرائی کی، حضرت خالد نے عکرمہ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو کو دشمن پر تیر اندازی کرنے کا حکم دیا، اس کے بعد عام حملہ شروع ہو گیا۔ حضرت خالد خود قلب کے آگے آگے تھے، یہاں تک کہ رومی سواروں اور پیادوں کے درمیان پہنچ گئے۔ ان کو شکست دی، وہ بھاگے تو مسلمانوں نے انھیں بھاگنے کا موقع دیا، پھر یک بارگی ان پر حملہ کر کے انھیں پیچھے ہٹا دیا۔ پشت پر پہاڑ تھا، رستہ نہ ملا تو بہت سے مارے گئے، صرف اس ایک لڑائی میں غنیم کے ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی دریا میں غرق ہو گئے۔

لڑائی دن اور رات برابر جاری رہی، صبح کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ رومی سپہ سالار کے خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے، مسلمان عورتیں بھی اپنا ایک دستہ الگ بنا کر رومیوں سے لڑی تھیں، مسلمانوں کی تمام فوج کی تعداد چھیالیس ہزار تھی، ان میں سے صرف تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

حیرت انگیز ایثار

ہرقل کو جب اس شکست کی خبر ملی تو وہ حمص سے روانہ ہو گیا، اور کہا کہ

اے ملک شام تجھ کو میرا آخری سلام ہو، جنگ کے دوران میں رومیوں نے ایک عرب جاسوس بھیجا کہ وہ اسلامی فوج کے حالات معلوم کر کے آئے، اس نے آکر کہا کہ وہ رات میں فرشتے اور دن میں دیو ہیں، اگر شاہ زادہ بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتے ہیں، اور زنا کرے تو سنگ سار کرتے ہیں۔

دورانِ جنگ میں مدینہ سے قاصد خط لایا، جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی وفات، حضرت عمر رضؓ کی خلافت، خالد کی معزولی اور ابو عبیدہ کے سپہ سالار عام ہونے کا ذکر تھا، حضرت خالد نے اس خط کو مخفی طور پر ابو عبیدہ کو دکھا دیا تاکہ فوج میں بد دلی نہ پیدا ہو، فتح ہوگئی تو اس خط کا اعلان کر دیا، اور حضرت ابو عبیدہ کی امارت تسلیم کر لی۔

بیماری

حضرت ابو بکر رضؓ کی خلافت سوا دو سال رہی، اس زمانہ میں متحدہ افواج نے بڑی فتوحات شام اور عراق میں حاصل کیں، ۷ جمادی الثانی ۱۳ھ ہجری کے دن حضرت ابو بکر رضؓ نے سرد موسم میں غسل فرمایا، اس سے آپ بخار میں مبتلا ہوگئے، جو پندرہ روز تک رہا، یہاں تک کہ مسجد جانے کے ناقابل ہوگئے اس دوران میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرائض امامت ادا کرتے تھے، جب مرض بڑھ گیا، اور افاقہ سے مایوسی ہوگئی تو آپ نے صحابہ کرام سے جانشینی کی بابت مشورہ کیا، اور اپنی طرف سے حضرت عمر رضؓ کا نام پیش کیا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ ان کے اہل ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، مگر وہ کسی قدر سخت ہیں، حضرت عثمان رضؓ نے کہا کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے،

حضرت طلحہ عیادت کو آئے تو انھوں نے شکایت کی کہ آپ عمرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، جب وہ آپ کے سامنے اس قدر سخت ہیں تو آپ کے بعد کیا کریں گے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، جب ان پر خلافت کا بوجھ پڑے گا تو نرم ہو جائیں گے۔

صحابہ کرام کو حضرت عمرؓ کے تشدد کی شکایت تھی، اسی لئے وہ انکار کرتے تھے، ایک صحابی نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ عمرؓ کی سختی سے واقف ہیں، اور پھر انھیں اپنا جانشین بنا رہے ہیں، آپ خدا کو کیا جواب دیں گے، آپ نے فرمایا، میں عرض کروں گا کہ میں نے تیرے بندوں میں سے اس شخص کو منتخب کیا جو ان سب سے اچھا تھا، اسی طرح آپ ہر ایک کا اطمینان کرتے رہے۔

جانشینی

حضرت ابوبکرؓ پر جب رائے عام ظاہر ہو گئی تو آپ نے حضرت عثمانؓ کو بلایا، اور وصیت نامہ لکھوانا شروع کیا، ابھی ابتدائی الفاظ ہی لکھے تھے کہ انھیں غش آگیا، حضرت عثمانؓ نے یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کا نام لکھ دیا، جب ہوش میں آئے تو حضرت عثمانؓ سے پڑھنے کو کہا، سنا تو بے ساختہ بول اٹھے کہ اللہ تمھیں جزائے خیر دے، تم نے میرے دل کی بات لکھ دی، پھر اپنے غلام کو مجمع عام میں سنانے کا حکم دیا، اس کے بعد آپ خود بالاخانہ پر تشریف لے گئے اور لوگوں سے فرمایا کہ میں نے اپنے کسی عزیز کو خلیفہ نہیں بنایا، بلکہ اس شخص کو منتخب کیا ہے جو تم لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔

سب نے اس حسن انتخاب پر سمعنا و اطعنا کہا، پھر آپ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر بہت قیمتی نصیحتیں کیں۔

تجہیز و تکفین

اب ان تمام باتوں سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ بیت المال کا تمام قرض ادا کر دیا جائے، میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے صرف ایک لونڈی اور دو اونٹنیاں ہیں، میرے مرتے ہی عمرؓ کے پاس بھیج دی جائیں، آپ کی وفات کے بعد جب آپ کے گھر کا جائزہ لیا گیا تو بیت المال کی کوئی اور چیز وہاں موجود نہ تھی، کفن کے متعلق فرمایا کہ جو کپڑا میرے بدن پر ہے، اسی کو دھو کر دوسرے دو کپڑوں کے ساتھ دفن کر دینا، حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کی کہ یہ تو پرانا ہے، فرمایا میرے لئے پھٹا پرانا ہی بس ہے، مُردوں کی نسبت زندوں کو نئے کپڑوں کا زیادہ حق ہے۔

آپ نے پوچھا کہ آج کون دن ہے، عرض کیا گیا دوشنبہ، دریافت کیا کہ سرورِ عالم کس روز عالم قدس کو تشریف لے گئے تھے، عرض کیا گیا کہ اسی روز، فرمایا تو میری بھی یہی آرزو ہے کہ آج ہی رات میں بھی یہاں سے رحلت کر جاؤں، چنانچہ دوشنبہ کا دن ختم کر کے منگل کی شب کو تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ ہجری مطابق ۲۱ اگست ۶۳۴ عیسوی، دو سال تین ماہ دس روز خلافت کر کے ملاءِ اعلیٰ سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رات ہی کے وقت تجہیز و تکفین کی گئی، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء

بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا، حضرت عمر فاروق رضؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی، حضرت عثمان رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ، حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن ابی بکرؓ اور حضرت عمر رضؓ نے قبر میں اُتارا، اور رسول پاکؐ کے دوش مبارک کے بالمقابل رکھ کر ہمیشہ کے لئے جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔

ذریعہ معاش

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ آپ تجارت سے اپنی روزی کماتے تھے، مگر جب خلافت کا بوجھ پڑ گیا تو چھ ماہ تک تجارت کرتے رہے، جب صحابہ کرام نے دیکھا کہ خلافت کے کاموں سے انھیں فرصت نہیں مل سکتی تو آپس میں مشورہ کرکے روزانہ آدھ سیر بکری کا گوشت اور ان کے اہل وعیال کے لیئے کپڑے اور کھانے کا انتظام کر دیا، آپ کو دو چادریں ملتیں، جب وہ پرانی ہوجاتیں تو انھیں واپس کرکے نئی لے لیتے، سفر کے لئے سواری، خلافت سے پہلے جو خرچ تھا، اس کے موافق اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے لیتے، ان تمام مصارف کی مجموعی قیمت چھ ہزار درہم یا ڈیڑھ ہزار روپے سالانہ ہوتی ہے۔

جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ میری زمین کا فلاں ٹکڑا بیچ کر جس قدر رقم میں نے بیت المال سے وصول کی ہے واپس کر دی جائے، حضرت عمر رضؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ ابوبکر رضؓ نے اپنے بعد کو آنے والے خلفا پر بہت بڑا بوجھ ڈال دیا۔

آپ نہایت خاکسار اور متواضع تھے، کسی کام سے آپ کو عار نہ تھا، اپنی بھیڑ بکریاں بھی عموماً خود ہی چرالیا کرتے، محلہ والوں کی بکریاں دوھ دیا

کرتے تھے، جب آپ خلیفہ بنائے گئے تو محلہ کی ایک لڑکی نے کہا اب ہماری بکریاں کون دوہے گا، آپ نے سُنا تو فرمایا، میں! مدینہ کے ایک گوشہ میں ایک کمزور نابینا عورت رہتی، حضرت عمرؓ روزانہ صبح کو اس کی جھونپڑی میں اس کا کام کردیا کرتے، کچھ دنوں کے بعد انھیں محسوس ہوا کہ کوئی دوسرا شخص ان سے بھی پہلے آکر اس کی ضروری خدمات انجام دے جاتا ہے، آپ ایک روز کچھ رات رہے آکر ایک طرف کو دیکھنے کے لئے کھڑے ہوگئے، دیکھا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ خلیفہ اول تھے۔

آپ صحابہ کرام میں سب سے بڑے مقرر اور خطیب تھے، آپ کی تقریریں متانت، سنجیدگی اور وقار پایا جاتا تھا آپ برجستہ ایسی عمدہ تقریر کرتے تھے کہ بڑے بڑے بولنے والے حیران رہ جاتے تھے؛ سقیفہ بنو ساعدہ کو جب آپ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ جا رہے تھے، تو راستہ میں حضرت عمرؓ نے تقریر کا مضمون تیار کر لیا تھا، مگر وہاں پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ نے بالبداہۃ جو تقریر کی تو انھیں ماننا پڑا کہ وہ ان کی تیار کی ہوئی تقریر سے بہتر تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ہجرت سے پہلے

ابتدائی حالات :-

آپ کا نام عمرؓ، کنیت ابوحفص، لقب فاروق تھا، والد کا نام خطاب، اور والدہ کا حنتمہ تھا، آپ کا سلسلۂ نسب آٹھویں پشت میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، آپ آں حضرت کی ولادت کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے، آپ کا خاندان زمانۂ جاہلیت میں نہایت ممتاز تھا، آپ کے جد اعلیٰ عدی عرب کے باہمی جھگڑوں میں پنچ سفیر ہوا کرتے تھے، اور جب کبھی قریش کا کوئی ملکی معاملہ پیش آتا تو یہی سفیر بن کر جایا کرتے، چنانچہ یہ دونوں منصب آپ کے خاندان میں برابر چلے آرہے تھے۔

آپ کی والدہ ہشام بن مغیرہ کی بیٹی تھیں، ان کا خاندان بھی نہایت معزز تھا، جب قریش لڑائی کے لئے نکلتے تو فوج کا اہتمام مغیرہ کے سپرد ہوتا۔

سن رشد کو پہنچے تو ان کے والد نے اونٹ چرانے کی خدمت ان کے سپرد کی، جو عرب کا قومی شعار تھا، ان کے والد نہایت سختی سے ان کے ساتھ پیش آتے، دن بھر اونٹ چرانا ان کا کام تھا، اور اگر ذرا بیچ میں دم لیتے تو سزا

ملتی، جس میدان میں یہ خدمت انجام دینی پڑتی تھی اس کا نام ضجنان تھا جو مکہ کے قریب ہی تھا، زمانۂ خلافت میں آپ کا ایک مرتبہ اُدھر سے گذر ہوا تو آپ اس کو دیکھ کر آب دیدہ ہوئے، اور فرمایا، ایک وہ دن تھا کہ میں نمدہ کا کرتہ پہنے اس میدان میں اونٹ چرایا کرتا تھا، اگر ذرا تھک کر بیٹھ جاتا تو باپ کے ہاتھ سے پٹتا، اور آج یہ دن ہے کہ اللہ کے سوا میرے اوپر کوئی حاکم نہیں۔

حضرت عمرؓ جوان ہوئے تو اس زمانے میں جو لوازم شرافت تھے، ان کے حاصل کرنے میں لگ گئے، نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور خطابت میں کمال پیدا کیا، شہ سواری میں بہت زیادہ مہارت حاصل کر لی، اس زمانہ میں لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا، ان فنون سے فراغت کے بعد تجارت کو انھوں نے ذریعہ معاش بنایا، ان کی تجربہ کاری اور غیر معمولی فہم و تدبر کی وجہ سے قریش نے عہدۂ سفارت ان کو تفویض کر دیا۔

ظہورِ اسلام:-

حضرت عمرؓ جب ستائیں سال کے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا، آپ اس آوازہ توحید کو سخت ناپسند کرتے تھے، آپ کی کنیز لبینہ مسلمان ہوئی تو اسے اس قدر مارتے کہ تھک جاتے، اور ایک دفعہ تو خود آں حضرت کے قتل کے ارادے سے چلے، راستہ میں اطلاع ملی کہ بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں، یہ سننا تھا کہ آگ لگ گئی، سیدھے بہن کے گھر پہنچے، وہ اس وقت قرآن کی تلاوت کر رہی تھیں، انھیں آتا دیکھ کر اوراق چھپا لئے، حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین

سے منحرف ہوگئی ہو، پھر اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہوگئیں، بہن نے جوش میں آکر کہا کہ ہاں میں مسلمان ہوں، اور اس دین کو نہیں چھوڑ سکتی۔

بہن کو خون آلود دیکھ کر حضرت عمر کچھ نرم پڑ گئے، فرمایا میں بھی قرآن سُننا چاہتا ہوں، سُنا تو اس کی سچائی رگ و ریشہ میں اثر کر گئی، سیدھے دربار رسالت میں حاضر ہوئے، اِن کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر صحابہ کو تشویش ہوئی حضرت امیر حمزہ رضؓ نے کہا کہ اگر اخلاص و عقیدت کے ساتھ آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی تلوار سے اس کا سر قلم کردوں گا، حضرت عمر رضؓ اندر داخل ہوئے، تو خود آں حضرت آگے بڑھے، اور ان کا دامن پکڑ کر پوچھا، کیا ارادہ ہے، عرض کی ایمان لانے آیا ہوں۔

اِن کے اسلام لانے پر آں حضرت اور تمام صحابہ نے جوش مسرت سے اس زور کا نعرہ مارا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں، آپ نے ۶ھ نبوی میں اسلام قبول کیا، آپ چالیسویں مسلمان تھے، اس وقت تک مسلمان کھلم کھلا اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتے تھے، حضرت عمرؓ کے قبول اسلام نے یہ حالت بدل دی، آپ نے مشرکین کے سامنے اسلام کا اعلان کیا، اور مسلمانوں کو لے کر خانہ کعبہ میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔

ہجرت:۔

آپ چھ سال تک تو برابر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قریش کے مظالم برداشت کرتے رہے، آخر جب تیرہ نبوی میں مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت ہوئی تو آپ بھی آں حضرت سے اجازت لے کر روانہ ہوئے، پہلے بیت اللہ

گئے، طواف کیا، نماز پڑھی، پھر مشرکین سے فرمایا، اگر کسی کو مقابلہ کرنا ہے تو باہر آکر کرلے، مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

اذان

حضرت عمرؓ جب مدینہ پہنچے تو آپ نے قبا میں قیام کیا، ۶۲۲ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے، اور قبیلہ بنو سالم کے رئیس حضرت عتبان بن مالک ان کے اسلامی بھائی قرار پائے۔

اب یہاں مسلمانوں میں روز بروز اضافہ ہونے لگا تو آں حضرت کو خیال ہوا کہ نماز کے اعلان کا کوئی طریقہ ہونا چاہیئے، صحابہ کرام نے مختلف تجاویز پیش کیں، حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ ایک آدمی اذان دیا کرے، چنانچہ اسی پر فیصلہ کیا گیا، اور آج جو تمام دنیائے اسلام میں دن میں پانچ مرتبہ اذان دی جاتی ہے، وہ آپ ہی کی تجویز تھی۔

غزوات :-

جنگ بدر میں آپ شریک تھے، اور اپنے ماموں عاص ابن ہشام بن مغیرہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا، اس جنگ میں جو مسلمان سب سے پہلے شہید ہوا وہ آپ ہی کا غلام تھا، بدر کے قیدیوں کی بابت جب بحث ہوئی تو آپ کی رائے یہ تھی کہ سب کو قتل کر دیا جائے، اور ہر شخص اپنے اپنے عزیز کو قتل کرے۔

غزوۂ احد میں بھی آپ پیش پیش تھے، جب مسلمانوں کو شکست ہوئی، اور کفار کا ایک دستہ آں حضرت کی طرف بڑھنے لگا تو حضرت عمرؓ نے مہاجرین

وانصار کو سے کر اُن پر حملہ کیا، لڑائی ختم ہونے پر ابو سفیان سالار قریش نے پہلے آں حضرت، پھر ابو بکرؓ پھر آپ کو پکارا، اور جب اس طرف سے کسی نے جواب نہ دیا تو اُس نے کہا، یہ سب مارے گئے، اب حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا، کہا، اے اللہ کے دشمن، ہم زندہ ہیں، ابو سفیان نے ہبل کی جے پکاری تو آپ نے آں حضرت کے ارشاد مبارک پر بلند آواز سے کہا، اللہ اعلیٰ و اجل،

سنہ ۳ ہجری میں آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ ازواج مطہرات میں شامل کی گئیں، غزوہ بنو نضیر سنہ ۴ ہجری اور جنگ خندق سنہ ۵ ہجری میں آپ شریک تھے، غزوۂ خندق میں آپ کو ایک حصہ فوج پر مامور کیا گیا تھا کہ دشمن کو اس طرف نہ آنے دیں، یہاں ان کے نام کی ایک مسجد آج بھی موجود ہے، ایک روز کفار نے حملے کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت زبیر کے ساتھ آگے بڑھ کر ان کی جماعت درہم برہم کر دی، اسی لڑائی میں ایک روز آپ کو نماز پڑھنے کا موقع نہ ملا، آپ نے آں حضرت سے اُکر شکایت کی، آپ نے فرمایا میں نے بھی اس وقت تک عصر کی نماز ادا نہیں کی۔

زیارت کعبہ کے خیال سے سنہ ۶ ہجری میں آں حضرتؐ روانہ ہوئے تو آپ بھی ساتھ تھے، بیعت رضوان میں شرکت کی، صلح نامہ حدیبیہ کی ایک شرط یہ تھی کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھاگ کر کفار کے پاس چلا جائے تو وہ اسے واپس نہیں کریں گے، لیکن اگر قریش کا کوئی آدمی مسلمانوں کے پاس آ جائے گا، تو یہ اسے واپس کرنے پر مجبور ہوں گے، اس شرط پر حضرت عمرؓ اپنے غصہ کو ضبط نہ کر سکے، اور سیدھے دربار رسالتؐ میں حاضر

ہو کر عرض کی کہ جب ہم حق پر ہیں، اور کفار باطل پر تو ہم کیوں اس ذلت کو برداشت کریں، آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسولؐ ہوں، اس کے حکم سے پھر نہیں سکتا، یہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور وہاں سے بھی یہی جواب ملا، جب رسول اللہؐ مدینہ کو روانہ ہوئے تو راستہ میں سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی، آپ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر فرمایا، آج مجھ پر ایسی سورت نازل کی گئی ہے، جو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔

خیبر کی جنگ ۷ھ ہجری میں ہوئی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ اسلامی فوج کے سپہ سالار بنائے گئے مگر اس کی فتح حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ہاتھ پر ہوئی، آں حضرتؐ نے وہاں کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی تو ایک ٹکڑا ثمغ نامی آپ کو بھی ملا، آپ نے اسے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا، اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا وقف تھا۔

اسی سال آں حضرتؐ نے آپ کو تیس آدمیوں کے ساتھ بنو ہوازن سے مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا، مگر وہ لوگ آپ کے آنے کی خبر سن کر بھاگ نکلے، اور کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

قریش نے حدیبیہ کا صلح نامہ توڑ دیا تو ابو سفیان معذرت کے لئے مدینہ آیا، رسول اللہ خاموش رہے تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پاس گیا، حضرت عمرؓ نے نہایت سخت جواب دیا، اور وہ مایوس ہو کر چلا گیا، فتح مکہ کے بعد آں حضرتؐ کوہ صفا پر حضرت عمرؓ کے ساتھ تشریف لے گئے، اور مردوں سے بیعت لی حضرت عمرؓ آپ سے ذرا نیچے بیٹھے تھے، جب عورتوں کی باری آئی، تو آپ نے

حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ ان سے بیعت لے لو، چنانچہ تمام عورتوں نے آپ کے ہاتھ پر آں حضرت سے بیعت کی۔

غزوہ حنین میں آپ نے جاں بازی کے جوہر دکھائے، ۹ھ ہجری میں تبوک کی تیاریاں شروع ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے اپنے تمام مال و اسباب میں سے نصف اللہ کی راہ میں دے دیا، حجۃ الوداع میں بھی آپ آں حضرتؐ کے ہمراہ تھے۔

رسول اللہ کی وفات

جب بارہ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے بے خود ہو کر کہا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آپؐ کا انتقال ہو گیا ہے، میں اسے قتل کر دوں گا۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں جو فتنہ خلافت کھڑا ہوا، اس میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ آپ بھی تھے، وہاں بحث میں حصہ لیا۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر آپ کی تقلید دوسرے لوگوں نے کی۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سوا دو برس رہی، آپ برابر ان کے مشیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے، قرآن کی جمع و ترتیب کا کام تو آپ ہی کی اصابت رائے اور دور بینی کا نتیجہ تھا، حضرت ابوبکرؓ کی صحبت سے ان میں تامل، دور اندیشی، اور نرم مزاجی آگئی، اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی تجربہ ہو گیا کہ آپ سے بہتر اور کوئی آدمی نہیں، چنانچہ اکابر صحابہ سے مشورہ کر کے انھوں نے آپ کو خلیفہ نامزد کر دیا ہو

خلافت

از ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ تا ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ

ایران

بہمن جادویہ کی شکست

حضرت خالد بن الولیدؓ کو جب شام جانا پڑا تھا تو وہ نصف فوج اپنے ہمراہ لے گئے، اور باقی نصف کے ساتھ مثنیٰ بن حارثہ حیرہ ہی میں مقیم رہے بہمن جادویہ اپنا لشکر لے کر ان کے مقابلہ کو آیا تو بابل کے قریب مثنیٰ نے اس کو نہایت ذلیل شکست دی، اور مدائن تک تعاقب کر کے پھر حیرہ واپس آگئے۔

اسی دوران میں انھیں اطلاع ملی کہ ایرانیوں کی عظیم الشان فوج ان سے لڑنے کو آرہی ہے، انھوں نے بشیر بن خصاصیہ کو اپنا جانشین مقرر کیا، اور خود مدینے کو روانہ ہو گئے، کہ خلیفہ کو تمام واقعات کی اطلاع دیں، یہ جس روز پہنچے وہ حضرت ابو بکرؓ کی زندگی کا آخری دن تھا، انھوں نے تمام حالات سن کر حضرت عمرؓ کو تاکید کی کہ وہ مثنیٰ کی امداد کے لئے فوج ضرور روانہ کریں۔

رستم وزیر جنگ

حضرت عمرؓ کی بیعت کے لئے لوگ دور دور سے آئے ہوئے تھے،

آپ نے کئی روز تک وعظ کہا، اور جہاد کی ترغیب دی، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا، اس لئے کہ مدت سے عربوں پر ایرانیوں کا رعب چھایا ہوا تھا، چوتھے روز حضرت عمرؓ نے ایسی جوش انگیز تقریر کی کہ دل ہل گئے، مثنیٰ نے کہا کہ ہم نے ایرانیوں کو دیکھ لیا ہے، وہ مرد میدان نہیں ہیں، اور ہم نے ان کے بڑے بڑے شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔

یہ سنتے ہی سب سے پہلے ابو عبید ثقفی نے اپنے آپ کو پیش کیا، اب تو حاضرین ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے، حضرت عمرؓ نے ابو عبید ثقفی ہی کو اس فوج کا امیر بنا دیا، وہ صحابی نہ تھے، اس لئے اس پر گفتگو شروع ہوئی، ایک شخص نے نہایت بے باکی سے کہا، اس منصب پر کوئی صحابی ہونا چاہیے، آپ نے صحابہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تمھارے اس شرف و مجد کی اصل وجہ استقلال و ہمت تھی، تم نے خود اس شرف کو کھو دیا، اب یہ نہیں ہو سکتا کہ تم لوگ لڑنے سے بھی جی چراؤ، اور افسر بھی مقرر کئے جاؤ تاہم صحابہ کرام کی دلجوئی کے لئے انھیں آپ نے خاص طور سے تاکید کر دی کہ وہ صحابہ سے ضرور مشورہ کر لیا کریں۔

مسلمانوں کے مسلسل حملوں نے ایران کو بیدار کر دیا تھا، یزدگرد کم عمر تھا، اور پوران دخت اس کی نیابت میں کام کرتی تھی، سب نے مشورہ کر کے والی خراسان کے بیٹے رستم کو وزیر جنگ بنا دیا، جو نہایت نامور، شجاع اور مدبر تھا، رستم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ہر طرف ہرکارے بھیج کر دیہات و قصبات میں مذہبی و قومی جوش پیدا کر دیا، اور ابو عبید کے پہنچنے سے قبل ہی

اضلاع فرات میں بغاوت کرادی، رستم کی امداد کے لئے اور دو فوجیں ایران سے روانہ کردی گئیں، جن کے سپہ سالار نرسی اور جاپان تھے، جاپان، عراق کا بہت بڑا رئیس اور عرب کا جانی دشمن تھا، نرسی کسریٰ کا خالہ زاد بھائی اور عراق کا جاگیردار تھا، دونوں نے الگ الگ راستہ اختیار کیا، جاپان نے نمارق میں قیام کیا، ابو عبیدہ نے بڑھ کر اس کو شکست دی، اور اس کے دو مشہور فوجی افسر جوشن شاہ اور مردان شاہ کو قتل کردیا۔

جاپان کو جس شخص نے گرفتار کیا، وہ اُسے جانتا نہ تھا، جاپان نے اس سے کہا، مجھ بڈھے کو گرفتار کرکے کیا لوگے، میں تمھیں دو جوان غلام دیتا ہوں مجھے چھوڑ دو، سپاہی نے منظور کرلیا، لوگوں نے دیکھا تو اسے پہچان لیا، اور گرفتار کرکے ابو عبیدہ کے پاس لے آئے، انھوں نے کہا ایک مسلمان نے اس کو امان دی ہے، اب کسی صورت سے بھی بدعہدی جائز نہیں، اور اسی اُس کی فرودگاہ تک پہنچادیا۔

ہاتھیوں کی آمد

رستم نے ایک اور فوج بہمن جادویہ کے ماتحت روانہ کی، اور ایرانیوں کا متبرک علم درفش کاویانی بھی اس کے ساتھ کردیا، جو فتح و نصرت کا نشان خیال کیا جاتا تھا، فرات کے اس کنارے پر یہ فوج تھی، اور دوسری طرف عسکر اسلام، ابو عبیدہ نے افسران لشکر کی رائے سے اختلاف کرکے دریا کو عبور کیا، مگر جس میدان میں خیمہ زن ہوئے وہ ناہموار اور تنگ تھا،

اس جنگ میں پہلی مرتبہ عربوں کو ایران کے کوہ پیکر ہاتھیوں سے مقابلہ کرنا پڑا،

جن پر گھنٹے بندھے ہوئے تھے، عربی گھوڑے انھیں دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے اس لئے مسلمانوں کو پیدل ہونا پڑا، اور ہاتھیوں کے ہودوں کی رسیاں کاٹ کاٹ کر سواروں کو زمین پر گرانے لگے، ابو عبید نے ایک سفید ہاتھی پر وار کیا، اس نے ان کے سینہ پر پاؤں رکھ کر پسلیاں چور چور کر دیں، اب ایرانیوں کا قدم آگے بڑھ رہا تھا، اور مسلمان پیچھے ہٹ رہے، دریا کے کنارے پہنچے تو پل موجود نہ تھا، اس لئے کہ بنو ثقیف کے ایک شخص نے پل کی رسیاں اس لئے کاٹ دی تھیں کہ مسلمان واپسی کا خیال چھوڑ دیں۔

مثنیٰ نے ایرانی فوجوں کو روکے رکھا، یہاں تک کہ پل تیار ہو گیا، صرف تین ہزار سپاہی بچ سکے، باقی چھ ہزار کے قریب غرق ہو گئے، حضرت عمرؓ کو اس شکست سے سخت تکلیف ہوئی، آپ نے تمام عرب میں جوش پیدا کر دیا، یہاں تک کہ بنو نمر و تغلب کے عیسائی سردار بھی مسلمانوں کے ساتھ مل گئے، اور کہا کہ عرب اور عجم کا مقابلہ ہے، اس قومی جنگ میں ہم آپ کا ساتھ دیں گے، چنانچہ جو فوج تیار ہوئی وہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کے ماتحت روانہ کر دی گئی، خود مثنیٰ نے بھی سرحدی مقامات سے ایک لشکر مرتب کر لیا۔

جنگ بویب

رستم نے ان سے مقابلہ کے واسطے بارہ ہزار جنگ آزما سپاہی مہران بن بہرویہ کے ماتحت روانہ کئے جس نے عرب میں تربیت حاصل کی تھی، دونوں فوجوں نے بویب کے قریب ڈیرے ڈال دئے، درمیان میں دریائے فرات تھا، ایرانی لشکر دریا کو عبور کر کے صف آرا ہوا، مثنیٰ نے اپنی فوج کو

حضرت خالدؓ کے طریق پر مرتب کیا، نہایت خوں ریز جنگ ہوئی، گذشتہ جنگ میں جو لوگ بھاگ گئے تھے، انھوں نے اس بے جگری سے لڑائی کی کہ درجۂ شہادت کو پہنچ گئے۔

مثنیٰ اپنے قبیلہ کو لے کر مہران کے میمنہ پر حملہ آور ہوئے، اور شکست دیتے ہوئے قلب تک پہنچ گئے، اس سے ایرانیوں میں بھاگڑ پڑ گئی، مثنیٰ نے آگے بڑھ کر پل توڑ دیا، مہران کو بنی تغلب میں سے ایک شخص نے قتل کر دیا، اور ایرانیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے، جب ان فتوحات کی اطلاع ایران کے پایۂ تخت میں پہنچی تو سب طرف کہرام مچ گیا، سب نے باہمی اختلافات مٹا دیئے، پوران دخت کو معزول کر کے یزدگرد اکیس سال کے نوجوان کو تخت پر بٹھایا، اور مسلمانوں کے مفتوحہ مقامات میں بغاوت پھیلا دی، چنانچہ وہ سب کے سب ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔

قادسیہ کی جنگ

حضرت عمرؓ نے ایرانیوں کا یہ حال سنا تو تمام قبائل عرب میں فرمان بھیج دیا کہ شاعر، خطیب، صاحب الرائے، اور لڑنے والے مدینہ میں جمع ہوں، ادھر مثنیٰ ہٹ کر عرب کی سرحد میں آ گئے، حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ خود میدان میں جائیں، مگر مدبرین صحابہ کے اصرار پر آپ کو رکنا پڑا، اس لئے آپ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو سپہ سالار بنایا، مگر زیادہ تر اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے، اس فوج نے زرود میں قیام کیا، حضرت سعدؓ نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو اس کی تعداد بیس ہزار تھی، جن میں تقریباً سترہ صحابہ کرام تھے، جو جنگ بدر

میں شریک تھے، تین سو بیعت الرضوان کے فداکار تھے، اتنے ہی وہ حضرات تھے جو فتح مکہ میں حصہ لے چکے تھے، سات سو کو صحابہ کی اولاد ہونے کی عزت حاصل تھی،

یہاں پر حضرت سعدؓ نے اپنی فوج کے مختلف دستے بنا کر ان پر الگ الگ امرا مقرر کر دئیے، پھر مقام شراف قیام کیا، ایام جاہلیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ عراق کی سیاحت کر چکے تھے، انھیں یہاں کے چپہ چپہ سے واقفیت تھی، اس لئے حضرت سعدؓ کو حکم تھا کہ جہاں قیام کریں، اس جگہ کا نقشہ ضرور دربار خلافت میں بھیج دیا کریں، جب انھوں نے شراف کا نقشہ بھیجا تو حضرت عمرؓ کا حکم آیا کہ آگے بڑھ کر قادسیہ میں پڑاؤ کریں، جہاں سے ایران کا پایۂ تخت تین منزل پر ہے، مورچے اس طرح قائم کریں کہ فارس کی زمین سامنے ہو، اور عرب کا پہاڑ محافظت کا کام دے، کچھ عقل مند مسلمان دربار ایران میں بھیج دیں کہ تبلیغ اسلام کا فرض ادا ہو،

اس فرمان کے بموجب حضرت سعدؓ نے اپنے مورچے قادسیہ میں جما دئیے، اور چودہ اشخاص کو منتخب کر کے نعمان بن مقرن کی سرکردگی میں مدائن بھیجا، شاہ یزدگرد نے ان کو ہیبت زدہ کرنے کے لئے بڑے تزک و احتشام سے دربار سجایا تھا، مگر یہ لوگ دربار میں اس طرح داخل ہوئے کہ موزے پہنے ہوئے تھے، اور تازیانے ان کے ہاتھ میں تھے، عربوں کی اس ہیئت سے نہ صرف ارکان سلطنت خوف زدہ ہوئے، بلکہ خود شاہ بھی مرعوب ہو گیا، اب ترجمان کی معرفت گفتگو شروع ہوئی، رئیس وفد نے اسلام کے محامد بیان کر کے کہا، اگر

تم اسلام لے آؤ تو ہم تمھارا ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے، تمھیں کتاب اللہ کے مطابق چلنا ہوگا، ورنہ جزیہ دو، ہم تمھاری حفاظت کریں گے، یہ بھی منظور نہیں تو پھر جنگ ہے۔

یزدگرد اور اس کے ارکان نشۂ مال و دولت میں مخمور تھے، وہ کب ان بادیہ نشینوں کا دین قبول کرتے، کہا کہ رستم زبردست فوج لے کر آرہا ہے، وہ تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا،

جب مسلمانوں کی طرف سے بھی اس کو دوٹوک جواب ملا، تو وہ بہت غضب ناک ہوکر بولا کہ اگر سفرا کا قتل جائز ہوتا تو میں تم سب کو قتل کر ڈالتا، پھر مٹی کا ٹوکرا منگوا کر پوچھا کہ تم سب سے معزز کون ہے، عاصم بن عمر نے بڑھ کر کہا میں ہوں، ملازموں نے ٹوکرا ان کے سر پر رکھ دیا، وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے سعد کے پاس پہنچے، اور فتح کی مبارک باد دے کر کہا کہ دشمن نے خود اپنی زمین ہم کو دے دی۔

رستم ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے ساتھ ساباط میں ٹھیرا ہوا تھا، اور یزدگرد کی تاکید کے باوجود جنگ سے جی چراتا تھا، کئی ماہ اسی طرح گذر گئے مسلمان آس پاس کے دیہات سے اپنا سامان رسد لے آتے آخر رستم تنگ آگیا، اور وہاں سے نکل کر قادسیہ کے میدان میں آگیا، اس نے مدتوں جنگ کو ٹالنے کی کوشش کی، سفرا آتے جاتے رہے، مگر مسلمانوں کا دوٹوک جواب یہ تھا، اسلام یا جزیہ، ورنہ تلوار کا فیصلہ آخری ہوگا، جب رستم کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا تو اس نے کہا، آفتاب کی قسم، تمام عرب کو ویران کردوں گا۔

حضرت سعد اس دوران میں جاسوسوں کی معرفت دشمن کے حالات معلوم کرتے رہتے، ایک شب کو ایک مسلمان طلیحہ نامی ایرانی لباس پہن کر دشمن کی فوج میں گھس گیا، اس نے ایک قیمتی گھوڑا دیکھا، جس پر وہ خود سوار ہو گیا اور اپنا گھوڑا اس کی جگہ باندھ دیا، اتفاق سے وہ گھوڑا کسی افسر کا تھا، اسے پتہ لگا تو وہ سواروں کو لے کر اس کے پیچھے بھاگا، طلیحہ نے مڑ کر ایسا حملہ کیا کہ دو کو مار ڈالا، اور تیسرے کو قید کر لیا، جو بعد کو مسلمان ہو گیا، اس نے ایرانی فوج کے مخفی حالات بیان کئے، اور مسلمانوں کی بیش قیمت خدمات انجام دیں۔

یوم الارماث

غرض محرم ۱۴ھ ہجری کو جنگ شروع ہوئی، تمام میدان انسانوں کا جنگل دکھائی دیتا تھا، حضرت سعد کو عرق النسا کی شکایت تھی، اور چلنے پھرنے کے ناقابل تھے، اس لئے وہ میدان کے کنارے ایک پرانے محل میں ٹھیر گئے، نیچے خالد بن عرفطہ کو کھڑا کر دیا، اوپر سے وہ احکام لکھ کر نیچے پھینک دیتے، اور خالد اُن ہدایات کو فوج کے پاس پہنچا دیتے۔

ظہر کی نماز کے بعد حضرت سعد نے تین تکبیریں کہیں، اور جنگ کا آغاز ہوا، ہاتھیوں کو دیکھ کر عربی گھوڑے بدکنے لگے، اور سواروں کے ساتھ پیدل فوج کے بھی پاؤں اُکھڑ گئے، طلحہ نے اپنے قبیلہ کو حکم دیا، اس نے اس شدت سے ہاتھیوں پر تیر برسائے کہ سواریاں پیچھے آ رہیں، لڑائی زوروں پر تھی کہ شام کی تاریکی نے دونوں حریفوں کو الگ کر دیا۔ یہ قادسیہ کا پہلا معرکہ تھا، عربی میں اسے یوم الارماث کہتے ہیں۔

معرکہ اغواث

دوسرے دن مسلمانوں نے شہدا کو دفن کیا، اور عورتوں نے زخمیوں کی مرہم پٹی کی، ادھر جنگ ہو رہی تھی کہ شام کی چھ ہزار فوج حضرت سعد کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کے زیر قیادت حضرت عمرؓ کے حکم سے پہنچ گئی، اسی کے ساتھ حضرت عمرؓ کے قاصد بھی آ گئے، جنھوں نے ان تحائف کا اعلان کیا جو امیر المومنین نے ان کے ساتھ بھیجے تھے کہ یہ ان لوگوں کو ملیں گے جو ان کا حق ادا کریں گے۔

اس روز عربوں نے ہاتھیوں کا بدلہ یوں لیا کہ اونٹوں پر جھول اور برقعہ ڈال کر انھیں اس قدر خوف ناک بنا دیا کہ جدھر جاتے ایرانیوں کے گھوڑے دیکھ کر بدکتے، تمام دن جنگ ہوتی رہی، اس میں بڑے بڑے ایرانی سردار مارے گئے اس روز مسلمان دو ہزار اور ایرانی دس ہزار مقتول ہوئے، اس معرکہ کا نام عربی میں اغواث ہے۔

ابو محجن ثقفی

یہ بہادر صحابی شراب پینے کے جرم میں حضرت سعدؓ کے گھر میں قید تھے، لڑائی کا منظر دیکھ کر بے تاب ہو گئے، حضرت سعدؓ کی بیوی سلمیٰ سے کہا مجھے چھوڑ دو، زندہ رہا تو آ جاؤں گا، اور اپنے ہاتھ سے بیڑیاں پہن لوں گا، سلمیٰ نے ان کی بیڑیاں کاٹ دیں، وہ سعدؓ کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں پہنچ گئے، جس طرف جاتے، دشمن کی صفوں کو الٹ پلٹ دیتے، سب حیران تھے کہ یہ کون نیزہ باز ہے۔

شام ہوئی تو ابومحجن اپنی بہادری کے جوہر دکھاکر قید خانہ میں واپس آ گئے، شب کے وقت سلمٰی نے حضرت سعدؓ سے تمام واقعات بیان کئے تو انھوں نے کہا کہ میں اس شخص کو کبھی سزا نہ دوں گا، جو اس طرح اسلام پر جان نثار کرے، حضرت ابومحجن رضی اللہ عنہ نے کہا، خدا کی قسم میں بھی آج سے شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔

یوم العماس

تیسرے دن پھر ہاتھیوں کی مصیبت سامنے تھی، حضرت سعدؓ نے ضخم اور سلم پارسی نومسلموں سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا کہ ان کی آنکھیں اور سونڈ بیکار کر دیجئے، حضرت سعدؓ نے تین مسلمانوں کو اس خدمت پر مامور کیا، انھوں نے ہاتھیوں کو نرغہ میں لے کر اس قدر برچھے مارے کہ ان کی آنکھیں بیکار ہوگئیں، قعقاع نے آگے بڑھ کر سفید ہاتھی کی سونڈ پر اس زور سے تلوار ماری کہ مشک الگ ہوگئی، اب ہاتھی بھاگا، اس کا بھاگنا تھا کہ دم کے دم میں یہ سیاہ بادل چھٹ گیا،

اب مسلمانوں نے پوری قوت کے ساتھ ایرانیوں پر حملہ کیا، رات میں بھی جنگ کا سلسلہ جاری رہا، تلواروں کی جھنکار، نعروں کی گرج، اور گھوڑوں کی آواز کے سوا اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا، اسی لئے اس کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں، ظہر سے پہلے پہلے ایرانی فوج نے شکست کھائی، اب مسلمانوں نے قلب کی طرف بڑھ کر درفش کاویانی چھین لیا، رستم بھی زخموں سے چور چور بھاگ نکلا، نہر میں کود رہا تھا کہ ہلال بن علقمہ نے اس کی ٹانگیں پکڑ کر نکال لیا، اور قتل کر ڈالا۔

رستم کی موت نے ایران کی قسمت کا فیصلہ کر دیا، ایرانی ۴۰ ہزار مقتولین میدان جنگ میں چھوڑ بھاگے، چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے، حضرت سعدؓ نے فتح ونصرت کا بشارت نامہ امیر المومنین کے پاس روانہ کیا۔

حضرت عمرؓ اس جنگ کی بابت فکرمند رہتے تھے، روزانہ صبح کو شہر کے باہر قاصد کا انتظار کرتے، اور دوپہر کو لوٹ جاتے، جس روز قاصد آیا تو شہر کے باہر ہی انھوں نے حالات پوچھنے شروع کر دیئے، وہ سواری کو تیزی سے لا رہا تھا، اور حالات بھی سناتا جاتا تھا، امیر المومنین پیچھے پیچھے دوڑتے چلے آتے تھے، جب شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے امیر المومنین کہہ کر آپ کو سلام کیا، قاصد نے کہا آپ نے مجھے پہلے کیوں نہ خبر کر دی، پھر اس سے خط لے کر عام لوگوں کو سنایا۔

مدائن

یزدگرد مدائن کے تمام ذخائر منتقل کر رہا تھا، ایرانیوں نے مسلمانوں کے خوف سے بہرہ شیر اور مدائن کے درمیان دریائے دجلہ کا پل توڑ دیا تھا، حضرت سعدؓ اور ان کی فوج نے اللہ پر بھروسہ کر کے دریا میں گھوڑے ڈال دیئے، اور باتیں کرتے کرتے پار ہو گئے، دوسرے کنارے پر ایرانی یہ تماشہ دیکھ رہے تھے، چلا اٹھے کہ "دیواں آمدند" یزدگرد ان کی خبر سن کر اپنے اہل وعیال سمیت بھاگ گیا، جو رہ گئے انھوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔

ایوانِ کسریٰ میں حضرت سعدؓ نے فتح کے شکریہ میں نماز پڑھی، اور اسی میں جمعہ کی نماز ادا کی، یہ پہلا جمعہ تھا جو مسلمانوں نے ایران میں ادا کیا، تمام ذخائر کا

پانچواں حصہ دربار خلافت میں بھیجا گیا، اس میں ایک فرش ساٹھ گز مربع تھا، جس میں زر و جواہر کے بیل بوٹے تھے، حضرت علیؓ کے حکم سے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا گیا۔

جلولار

قادسیہ میں شکست کھا کر ایرانیوں نے جلولار کو مرکز بنایا، رستم کے بھائی خرزاد نے زبردست جمعیت فراہم کر کے مورچہ بندی کر لی، اور اپنے چاروں طرف خندق کھود کر اس کے گرداگرد کانٹے اور گوکھرو بچھا دیئے، حضرت سعدؓ نے ہاشم بن عتبہ کو بارہ ہزار فوج دے کر اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، صفر سنہ ۱۶ ہجری میں انھوں نے دشمن کا محاصرہ کر لیا۔

جلولار نہایت مستحکم مقام تھا، یزدگرد حلوان سے برابر کمک اور خوراک بھیج رہا تھا، اور خود محصورین کے پاس بھی کافی سامان تھا، مہینوں محاصرہ رہا، آخر ایک روز مسلمانوں نے ہمت کر کے ہلہ بول دیا، ایرانی بھاگے تو مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کر لیا، اور خانقین تک ان کا تعاقب کیا، شکست کی خبر سنتے ہی یزدگرد رے کو چل دیا، قعقاع نے حلوان پر بھی قبضہ کر لیا، اور اعلان کر دیا کہ جو لوگ اسلام یا جزیہ قبول کریں گے، وہ ہر طرح سے محفوظ رہیں گے، اس پر بہت سے رئیسار اور امرار خود بخود دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، یہ عراق کی آخری فتح تھی، یہاں پر اس کی حد ختم ہو جاتی ہے۔

تکریت

حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ فتوحات کا سلسلہ عراق تک رہے، لیکن ایرانی

اس کے چھن جانے پر کب چین سے بیٹھ سکتے تھے، بہت سے ایرانی تکریت میں جمع ہو گئے تو حضرت سعدؓ نے ان کی گوشمالی کے لئے عبداللہ بن معتم کو بھیجا، انھوں نے چالیس روز تک اس کا محاصرہ کیا، اس درمیان میں چوبیس حملے ہوئے، اور ہر مرتبہ کامیاب رہے نصارائے عرب نے ابن معتم سے صلح کر لی، اور جس وقت مسلمانوں کے نعرۂ تکبیر کی آواز سنی تو انھوں نے بھی زور سے تکبیر کہی، ایرانی سمجھے کہ پیچھے سے اسلامی فوج آگئی، بھاگے تو مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے، اور بے شمار ایرانیوں کو قتل کیا۔

ہرمزان کا اسلام

حدودِ بصرہ پر اہواز تھا، جس میں ہرمزان اپنی فوجیں لئے ہوئے پڑا تھا، اور اسلامی مقبوضات پر ڈاکے ڈالتا تھا، امیر بصرہ عتبہ بن غزوان نے حملہ کر کے اس کو شکست دی، اور اس نے اہواز و مہرجان کا علاقہ دے کر صلح کر لی۔

یزدگرد رے سے نکل کر مرو میں مقیم ہو گیا، اور فارس و خوزستان کے امراء کو عرب کے خلاف ابھارا، حضرت سعدؓ نے خلیفہ کے حکم سے نعمان بن مقرن کو زبردست فوج کے ساتھ خوزستان کی طرف روانہ کیا، والی بصرہ نے بھی سہیل بن عدی کے ماتحت فوج بھیجی، ان دونوں فوجوں کے سالار عام ابو سبرہ تھے، نعمان نے رامہرمز کی طرف بڑھ کر ہرمزان کو شکست دی، جو تستر بھاگ گیا، مگر نعمان نے اس کا وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا، آخر کئی ماہ کے محاصرہ کے بعد تستر پر بھی قابض ہو گئے، ہرمزان کو اس کی خواہش کے مطابق ایک وفد کے ساتھ مدینہ بھیج دیا گیا، جس نے وہاں جا کر اسلام قبول کر لیا، حضرت عمرؓ

نے دو ہزار درہم سالانہ اس کی تنخواہ مقرر کردی، آپ ایران کے معاملات میں اس سے برابر مشورہ کیا کرتے تھے۔

فتح الفتوح

مرو تمام سازشوں کا مرکز تھا، یزدگرد نے کوشش کرکے ڈیڑھ لاکھ نوجوان نہاوند کے میدان میں جمع کردیے، نعمان بن مقرن بھی تیس ہزار جنگ آزما سپاہیوں کے ساتھ آگئے، نہایت ہیبت ناک جنگ ہوئی، اس قدر خون بہا کہ گھوڑوں کی ٹاپ پھسلنے لگی، نعمان بھی زخمی ہوکر گھوڑے سے گر پڑے، حذیفہ بن یمان نے بڑھ کر علم سنبھال لیا، شام تک جنگ ہوتی رہی، آخر ایرانیوں نے شکست کھائی، مسلمانوں نے ہمدان تک ان کا تعاقب کیا۔

امیرالمومنین کو اس فتح کی اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے، اور نعمان کی شہادت پر اسی قدر غم کا اظہار کیا، اس لڑائی میں تقریباً تیس ہزار ایرانی مارے گئے، اس لڑائی میں ان کا زور بالکل ٹوٹ گیا، پھر وہ اتنی قوت کے ساتھ مسلمانوں سے کوئی لڑائی نہ لڑ سکے، اسی لئے نہاوند کی جنگ کو فتح الفتوح سے تعبیر کرتے ہیں، اس لڑائی میں وہ فیروز بھی گرفتار ہوا، جس کے ہاتھ سے حضرت عمرؓ کی شہادت مقدر تھی۔

عام پیش قدمی

اس لڑائی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ جب تک تخت ایران کا مالک اس ملک میں موجود ہے، فتنہ و فساد کا دروازہ بند نہیں ہوگا، اس لئے انھوں نے عام پیش قدمی کا حکم دیا، آپ کے حکم سے مختلف امراء ۲۱ ہجری

میں ادھر اُدھر روانہ کئے گئے جنھوں نے ڈیڑھ دو برس کے اندر اندر کسرے کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

اصفہان

عتبہ بن عبداللہ فوج لے کر اصفہان پہنچے تو اس کے حاکم نے کہا، سپاہیوں کا خون مت بہاؤ، ہم دونوں ل کر فیصلہ کرلیں، چنانچہ اس نے جتنے وار عبداللہ پر کئے، سب خالی گئے، اب عبداللہ کی باری آئی، تو اُس نے کہا، میں شہر آپ کے حوالے کرتا ہوں، جو جزیہ دے اُسے رہنے دیجئے، اور جو نہ دے اسے جانے کی اجازت دیجئے، صلح نامہ مرتب ہوتے ہی اُنھوں نے یہاں ایک امیر مقرر کیا، اور خود سہیل بن عدی کی امداد کے لئے کرمان روانہ ہوگئے۔

نعمان کے بھائی نعیم نے واج زرد میں ایرانیوں کی بہت بڑی فوج کو خوں ریز معرکہ کے بعد شکست دی، جس کے بعد رے، قومس، جرجان اور طبرستان کے لوگوں نے بھی ان سے مصالحت کرلی۔

یزدگرد کی دائمی فراری

احنف بن قیس خراسان کی مہم پر روانہ کئے گئے تھے، انھیں معلوم ہوا کہ یزدگرد نے وہاں کے رئیسوں اور مرزبانوں کو مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ کرلیا ہے، احنف نے ہرات کے میدان میں ایرانیوں کو شکست دی، یزدگرد نے مرد رود پہنچ کر ترکستان اور چین کے بادشاہ سے امداد طلب کی، اور خود بلخ چلا گیا، مگر احنف نے بھی اس کا تعاقب نہ چھوڑا، اور وہاں بھی اس کو شکست دی، آخر وہ دریائے جیحون کو عبور کرکے تاتاری علاقہ میں داخل ہوگیا۔

شاہ ایران جب خاقان کے دربار میں پہنچا تو اس نے بڑی آؤ بھگت کی' اور بہت بڑی فوج لے کر یزدگرد کے ہمراہ خراسان کی طرف بڑھا' احنف بن قیس نے بھی اپنی فوجوں کو کھڑا کر دیا' اور خاقان کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ مجاہدین سے لڑنا اس کی طاقت سے باہر ہے' چنانچہ وہ اپنی فوج سمیت واپس چلا گیا' یزدگرد کو خاقان کے جانے کی اطلاع ملی تو مایوس ہو کر خزانہ اور جواہرات لے کر ترکستان جانے لگا' درباریوں نے دیکھا کہ وطن کی دولت باہر جا رہی ہے' اس سے سب کچھ چھین لیا' وہ بے سر و سامان خاقان کے پاس گیا' اور مدتوں فرغانہ کی گلیوں کی خاک چھانتا رہا۔

احنف بن قیس نے فتح کا بشارت نامہ حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے یہ مسرت انگیز خبر سنائی' اور ایک موثر تقریر کے آخر میں فرمایا کہ اب مجوسی سلطنت برباد ہو گئی' وہ ہمارا کوئی نقصان نہیں کر سکتے' لیکن اگر تم بھی صراط مستقیم پر نہ رہے تو اللہ تم سے چھین کر دوسروں کو حکومت دے دے گا۔

شام

دمشق

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ جنگ یرموک کے دوران میں حضرت ابوبکرؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی خلافت کی اطلاع آگئی تھی، ذی قعدہ ۱۴ھ ہجری میں حضرت ابوعبیدہ نے فحل پر حملہ کیا کیونکہ شکست خوردہ رومی اسی جگہ جمع تھے، ایک ہی حملہ میں شہر پر مسلمان قابض تھے، اس کی وجہ سے ضلع اردن کے تمام مقامات مسلمانوں کے قبضے میں آگئے، رعایا ذمی قرار دی گئی، اور اعلان کر دیا گیا کہ مفتوحین کی جان، مال، زمینیں، مکانات، گرجے، اور عبادت گاہیں محفوظ رہیں گی۔

دمشق قدیم زمانہ سے تجارت کا مرکز تھا، تمام سرداران شام اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، ایک رات حضرت خالد کو اطلاع ملی کہ دمشق کے پادری کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے، اور سب کے سب جشن میں مصروف ہیں۔ اُنھوں نے مشکوں پر خندق عبور کی، اور فصیل پر چڑھ کر اپنے ساتھیوں کو اوپر چڑھا لیا، پھر دربانوں کو قتل کر کے دروازہ توڑ ڈالا، اور شہر کے اندر داخل ہوگئے۔

یہ دیکھ کر رومیوں نے دوسری طرف سے حضرت ابوعبیدہ کے ساتھ صلح کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے، اب ایک طرف سے حضرت خالد

فاتحانہ شہر میں داخل ہو رہے تھے، اور دوسری طرف حضرت ابوعبیدہ صلح کے ساتھ، درمیان شہر میں دونوں کی ملاقات ہوگئی، اور مفتوحہ علاقہ بھی رقبہ صلح میں شامل کر دیا گیا۔

اب مسلمانوں نے حمص کا رخ کیا کیوں کہ رومی فوجیں وہاں جمع ہو رہی تھیں، راستہ میں بعلبک، حماۃ، شیزر اور معرۃ النعمان بھی فتح کرتے گئے، جب مسلمانوں نے اس شہر کا محاصرہ کیا تو جاڑے کا موسم تھا، رومیوں کو خیال تھا کہ عرب اس سردی کو برداشت نہیں کر سکیں گے، مگر انھیں بہت جلد اپنی غلطی محسوس ہوگئی، اور آخر صلح پر مجبور ہوئے، حضرت ابوعبیدہ نے یہاں حضرت عبادہ بن الصامت کو مقرر کیا، اور خود لاذقیہ کو جا کر فتح کیا۔

حضرت خالد رض فتح حمص کے بعد قنسرین گئے، حلب کے قریب بمقام حاضر رومیوں سے مقابلہ ہوا، ان کا سردار میناس مارا گیا، فوج کا بڑا حصہ تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا، اور جو باقی بچے، انھیں معذور سمجھ کر چھوڑ دیا گیا، قنسرین پہنچے تو وہاں کے لوگ قلعہ بند ہوگئے، مگر حضرت خالد رض کے حسن تدبیر کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی، اور بالآخر صلح پر مجبور ہوگئے۔

جنگ یرموک

ان مسلسل شکستوں کی وجہ سے قیصر نہایت غضب ناک ہوا، اور اس نے اپنے تمام اثر و اقتدار سے کام لے کر انطاکیہ میں زبردست فوج جمع کر لی، حضرت ابوعبیدہ نے تمام افسروں سے مشورہ کرنے کے بعد اپنی قوت دمشق میں جمع کر لی، مفتوحہ ممالک کو خالی کر کے ذمیوں کی رقمیں واپس

کردیں کیوں کہ اس رقم کی رو سے وہ ان کی حفاظت پر مجبور تھے، عیسائی اور یہودی ان کا یہ عدل وانصاف دیکھ کر روتے تھے، اوران کی واپسی کی دعائیں مانگتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے سعید بن عامر کو ایک ہزار جواں مردوں کے ساتھ ان کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ اردن کی حدود میں یرموک کا میدان جنگ نہایت موزوں تھا، اس لئے اسی کا انتخاب عمل میں آیا۔ رومی دو لاکھ تھے، اور مسلمان تقریباً بتیس ہزار، جو اپنی شجاعت میں عدیم النظیر تھے، ان میں ہزار صحابہ کرام تھے، جن میں سے سو وہ مقدس حضرات تھے جو جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے۔

پہلی لڑائی بے نتیجہ رہی، ۵ رجب ۱۵ھ ہجری کو دوسرا معرکہ پیش آیا، تیس ہزار رومی پاؤں میں بیڑیاں ڈالے ہوئے تھے، کہ بھاگنے کا خیال نہ آنے پائے، پادری صلیبیں اٹھائے حضرت عیسیٰ کے نام پر جوش دلا رہے تھے، آخر کار مسلمانوں کے استقلال وثبات قدم نے رومیوں کے چھکے چھڑا دیئے، ایک لاکھ عیسائی مارے گئے، مسلمان صرف تین ہزار شہید ہوئے، شکست کی خبر سنی تو قیصر بصد حسرت وافسوس شام کو آخری سلام کر کے ہمیشہ کے لئے قسطنطنیہ چلا گیا۔

اس لڑائی کا یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت نہایت خوف ناک جنگ ہو رہی تھی، حباش بن قیس ایک بہادر سپاہی بڑی جاں بازی سے لڑ رہے تھے، اسی درمیان میں کسی نے ان کے پاؤں پر تلوار ماری،

اور وہ کٹ کر الگ ہو گیا۔ انھیں خبر بھی نہ ہوئی کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا تو ڈھونڈھنے لگے کہ میرا پاؤں کیا ہوا۔

اس فتح کے بعد مسلمانوں کی فوجیں ادھر ادھر پھیل گئیں، اور بڑی آسانی سے دوسرے مقامات پر قابض ہو گئیں۔

بیت المقدس

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فلسطین کی مہم پر متعین تھے، انھوں نے ۱۶ھ ہجری میں بیت المقدس کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا، حضرت ابوعبیدہ بھی فراغت حاصل کرنے کے بعد ان کے شریک کار ہو گئے، رومیوں نے محاصرہ سے تنگ آکر صلح کی درخواست کی، اور شرط یہ کی کہ خود امیرالمؤمنین یہاں آکر اس معاہدہ کو اپنے ہاتھ سے تحریر کریں۔

حضرت عمرؓ کو اس شرط کی اطلاع دی گئی، تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، اور حضرت علیؓ کو نائب مقرر کر کے رجب ۱۶ھ ہجری میں مدینہ سے روانہ ہوئے، مقام جابیہ میں امرائے لشکر نے آپ کا استقبال کیا، اسی جگہ بیت المقدس والوں کے سفرا آ گئے، اور عہد نامہ مرتب ہوا جس پر خالد بن الولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان گواہ بنے، عہد نامہ کا مضمون یہ تھا۔

"ان لوگوں کی جان، مال اور دین محفوظ رہے گا۔ نہ ان کے کنیسے توڑے جائیں گے، نہ ان میں کوئی مسلمان سکونت کر سکے گا، اور نہ ان کی حدود میں کمی ہو گی، یہودیوں کو اس میں نہ رہنے دیں گے، جو رومی یہاں ہیں،

وہ نکل جائیں، ان کے گھر پہنچنے تک امان ہے، اور جو شخص ان کے ساتھ جائیگا، اسے بھی امان ہے۔"

یہاں سے بیت المقدس تشریف لے گئے، پہلے مسجد میں گئے، کنیسہ القیامہ کو دیکھنے لگے، اتنے میں نماز کا وقت آگیا، عیسائیوں نے درخواست کی کہ آپ اسی جگہ نماز پڑھ لیں، مگر آپ نے اس خیال سے کہ کہیں بعد کو مسلمان نصرانی معبد میں دست اندازی نہ کریں، باہر نکل کر نماز پڑھی، بیت المقدس سے واپسی پر آپ نے تمام اطراف مملکت کا دورہ کیا، سرحدوں کو دیکھا، حفاظت کے انتظامات کئے، اور بخیر و خوبی مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

دوسرا سفر

سنہ ہجری میں حضرت عمرؓ نے شام کا دوسرا سفر کیا، مہاجرین وانصار کی بھی ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی، بمقام سرغ اطلاع ملی کہ شام میں طاعون پھوٹ پڑا ہے۔ صحابہ کرام رضؓ سے مشورہ کرکے آپ واپس ہوگئے، یہ وباطاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے، اس میں حضرت ابو عبیدہ، معاذ بن جبل، یزید بن ابو سفیان، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، اور عتبہ بن سہیل فوت ہوگئے، آخر حضرت عمرو بن العاص فوج لے کر پہاڑوں پر پھیل گئے، تب اس سے نجات ملی۔

وبا دور ہو جانے پر آپ پھر شام کی طرف روانہ ہوئے، حضرت علیؓ آپ کے قائم مقام تھے، آپ نے سرحدوں کا انتظام کیا۔ اس طاعون میں جو لوگ

فوت ہوگئے تھے، ان کا مال و اسباب اُن کے وارثوں کے پاس پہنچا دیا، اوران کی جگہ دوسرے لوگ مقرر کئے۔

ایک روز لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ حضرت بلال رضؓ سے اذان کہلوا دیجیے انھوں نے اذان دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا، سب زار زار روتے تھے، روتے روتے حضرت عمر رضؓ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

مصر

فاتحانہ داخلہ

حضرت عمرو بن العاصؓ زمانۂ جاہلیت میں مصر کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے، یہ رومی افواج کا بڑا مرکز تھا، ان کا خیال تھا کہ اگر مصر فتح کر لیا جائے تو پھر شام میں رومی فوجیں مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گی، اس لئے انھوں نے کئی بار حضرت عمرؓ سے مصر پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی، مگر وہ برابر انکار ہی کرتے رہے، آخر جب ان کا اصرار بڑھ گیا تو انھوں نے چار ہزار فوج دے کر انھیں مصر کی طرف روانہ کر دیا، فرما، بلبیس، اور ام دنین کو فتح کرنے کے بعد دریائے نیل کے کنارے مصر میں داخل ہوئے، مقوقس والی مصر بھی مقابلہ کی تیاریاں کر رہا تھا، اسلامی لشکر قریب آیا تو وہ فسطاط میں قلعہ بند ہو گیا حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کی امداد کے لئے حضرت زبیر بن العوام، مقداد بن عمر، عبادہ بن صامت، اور مسلمہ بن مخلد کو دس ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا، حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے حضرت زبیرؓ کو فوج کا افسر بنا دیا، سات ماہ تک محاصرہ رہا، آخر ایک روز حضرت زبیرؓ زینہ لگا کر فصیل پر چڑھ گئے، اور اندر اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا، مسلمان فاتحانہ شہر میں داخل ہو گئے، مقوقس کی درخواست پر اسے امان دی گئی۔

فسطاط

جب فوج یہاں سے اسکندریہ کو چلنے لگی، اور خیمے اکھاڑے جانے لگے تو فوج نے دیکھا کہ حضرت عمرو بن العاص رضؓ کے خیمے میں ایک کبوتری نے گھونسلہ بنا لیا ہے، حضرت عمروؓ نے فرمایا کہ یہ خیمہ کی خاطر اس خیمہ کو یہیں رہنے دو، ورنہ ہمارے مہمان کو تکلیف ہوگی، پھر اس جگہ وہ شہر آباد ہوا جس کا نام فسطاط ہے، عربی میں فسطاط کے معنے خیمے کے ہیں۔

راستہ میں عیسائیوں نے کریوں کے مقام پر بہت سخت مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی، اسکندریہ کو بھی مسلمانوں نے ایک مدت کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا، اس فتح سے تمام مصر اسلامی مملکت میں آگیا، اور بہت کثرت سے قبطی برضا و رغبت مسلمان ہو گئے، اس فتح و کامرانی کی اطلاع کے لئے معاویہ بن خدیج روانہ ہوئے، مدینہ پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا، بارگاہ خلافت میں نہ گئے کہ یہ آرام کا وقت ہوگا، مسجد نبوی کو جا رہے تھے، کہ حضرت عمر رضؓ کی لونڈی نے مسافر دیکھ کر پوچھا، انھوں نے کہا اسکندریہ سے آرہا ہوں، لونڈی نے اسی وقت حضرت عمر رضؓ کو خبر دی، وہ سنتے ہی تیار ہونے لگے کہ اتنے میں معاویہ خود آگئے، آپ نے فتح کی خبر سن کر سجدۂ شکر ادا کیا، کھانے کے لئے لونڈی روٹی اور روغن زیتون لائی، آپ نے معاویہ سے کہا کہ تم سیدھے میرے پاس کیوں نہ چلے آئے، انھوں نے کہا مجھے یہ خیال تھا کہ آپ آرام میں ہوں گے فرمایا افسوس تم نے میری نسبت ایسا خیال کیا، میں دن کو سوؤں گا تو خلافت کا بوجھ کون سنبھالے گا۔

شہادت

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک ایرانی غلام ابولولو فیروز تھا، اس نے ایک مرتبہ حضرت عمر رضؓ سے شکایت کی کہ میرے آقا نے مجھ پر بھاری محصول لگا رکھا ہے، آپ کم کرا دیجئے، آپ نے پوچھا کس قدر محصول ہے، اُس نے جواب دیا، دو درہم روزانہ، آپ نے پوچھا تم کیا کام کرتے ہو، اُس نے کہا نجاری، نقاشی، اور آہنگری، آپ نے فرمایا تو پھر یہ محصول زیادہ نہیں، اس پر وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔

دوسرے روز آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ فیروز نے خنجر سے آپ پر کئی وار کئے، ایک زخم ناف کے نیچے تھا، اور وہی سب سے زیادہ مہلک تھا، صف میں آپ کے پیچھے کلیب بن بکیر لیثی تھے، ان کو بھی اس نے قتل کر دیا، لوگوں نے اس کو پکڑا تو خودکشی کر لی، حضرت عمر رضؓ نے پوچھا کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے، نام بتایا گیا تو فرمایا، اللہ کا شکر ہے میرا قاتل مسلمان نہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے نماز پڑھائی، آپ نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو حضرت عائشہ رضؓ کے پاس اس درخواست کے ساتھ بھیجا، کہ انھیں رسول اللہ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دی جائے حضرت عائشہ رضؓ اس حادثہ فاجعہ پر رو رہی تھیں، کہا اس جگہ کو میں نے اپنے لئے محفوظ رکھا تھا، مگر میں عمر رضؓ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں، حضرت عمر رضؓ یہ مژدہ جاں فزا سن کر بہت خوش ہوئے۔

آپ کو خیال ہوا کہ شاید حضرت عائشہ رضؓ نے رعب خلافت کی وجہ سے
اجازت دے دی ہو، اس لئے آپ نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو وصیت
کی کہ میرے مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر اُن سے اجازت مانگیں، اگر اذن
مل جائے تو بہتر، ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردیں۔

نام زدگی

جب صحابہ نے دیکھا کہ آپ کی حالت زیادہ تشویش ناک ہے تو آپ سے
درخواست کی کہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نام زد کردیں۔ آپ نے فرمایا اگر ابوعبیدہ
یا سالم مولی ابی حذیفہ آج زندہ ہوتے تو میں خلافت کے لئے انھیں نام زد کردیتا،
کسی نے عرض کی کہ اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو مقرر کردیجئے، آپ نے جواب
دیا جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا نہیں جانتا وہ اس بارِ گراں کو کیسے سنبھال
سکے گا۔

یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے، مگر پھر اصرار کیا تو آپ نے فرمایا، یہ
چھ آدمی ہیں، حضرت علی رضؓ، حضرت عثمان رضؓ، عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف، سعد بن
ابی وقاص رضؓ، زبیر رضؓ اور طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جنھیں رسول اللہ صؐ نے جنتی
ہونے کی بشارت دی ہے، ان میں سے ایک کو اپنا امیر بنا لو، مگر یہ کام میرے
مرنے کے بعد تین دن کے اندر ہو جائے، مقداد بن اسود کو حکم دیا کہ دفن سے
فارغ ہونے کے بعد ان چھ آدمیوں کو ایک مکان کے اندر بند کر دینا کہ انتخاب
امیر کرلیں، عبداللہ بن عمر کو مشورہ کے لئے بلا لینا، مگر انھیں امارت سے
کوئی تعلق نہ ہوگا۔ فیصلہ کثرت رائے سے ہو، اگر دونوں طرف رائے برابر ہو

تو عبداللہ کی رائے پر فیصلہ کر دینا اگر ان کی رائے قبول نہ ہو تو جس طرف عبدالرحمٰن بن عوف ہوں، وہ فریق غالب رہے گا، اور اگر اس کے بعد بھی کوئی شخص اپنے دعوے پر قائم رہے تو اسے قتل کر دینا۔

دنیا کا یہ جلیل القدر انسان تین دن بیمار رہ کر محرم ۲۴ھ ہجری کی پہلی تاریخ کو واصل بہ حق ہو گیا، ان کی وصیت کے مطابق حضرت صہیب نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ۶۳ سال کی عمر میں دس سال چھ ماہ اور چار دن خلافت کر کے اپنے محبوب آقا کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے سو گئے۔

خانگی زندگی

۱ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذریعہ معاش تجارت تھا، مدینہ میں زراعت بھی شروع کر دی تھی، خلیفہ ہونے کے بعد آپ کی تنخواہ مقرر ہو گئی، جو معمولی خوراک اور لباس کے لئے کافی ہوتی، ۱۵ھ ہجری میں جب دوسرے لوگوں کے وظائف مقرر ہوئے تو آپ کو بھی بدری ہونے کی وجہ سے پانچ ہزار درہم سالانہ ملنے لگے۔ آپ کا گذارہ عموماً روٹی اور روغن زیتون پر تھا، کبھی کبھی گوشت، دودھ، ترکاری، اور سرکہ بھی دستر خوان پر ہوتا تھا، قمیص پہنتے اور عمامہ باندھتے، جوتا قدیم عربی وضع کا ہوتا تھا۔

آپ کا رنگ گندمی تھا، داڑھی گھنی اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں، قد اس قدر لمبا تھا کہ ہزاروں کے مجمع میں بھی سب سے سر بلند نظر آتے تھے۔

مساوات

آپ کو مساوات کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا، قیصر و کسریٰ کے سفرا آتے تو وہ یہ تمیز نہ کر سکتے کہ ان میں شاہ کون ہے، اور گدا کون؟

ایک مرتبہ آپ مدعا علیہ کی حیثیت سے زید بن ثابت قاضی مدینہ کی عدالت میں گئے، انھوں نے تعظیم کے طور پر جگہ خالی کر دی، آپ نے فرمایا، تم نے اس مقدمہ میں یہ پہلی ناانصافی کی ہے۔ پھر اپنے فریق کے پاس بیٹھ گئے، مدعی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا، اور حضرت عمرؓ کو دعوے سے انکار تھا، مدعی نے ان سے قسم لینی چاہی تو زید نے ان کے رتبۂ خلافت کا لحاظ کر کے مدعی سے کہا کہ وہ امیرالمومنین کو معاف کر دیں، حضرت عمرؓ اس پر بہت غضب ناک ہوئے، اور زید سے کہا کہ جب تک آدمی اور عمر تمھاری نظر میں برابر نہ ہوں، تم قاضی بننے کے اہل نہیں ہو۔

شام کے سفر میں آپ کے سامنے لذیذ کھانے پیش کئے گئے تو آپ نے پوچھا، کیا عام لوگوں کو یہ نعمتیں میسر آتی ہیں، لوگوں نے عرض کی کہ نہیں، فرمایا پھر مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔

رفاہ عام

آپ مجاہدین کے گھروں پر جاتے، ان کا سودا لا دیتے، میدان جنگ سے قاصد آتا تو فوجیوں کے خطوط اُن کے گھروں پہ پہنچاتے، اَن پڑھ لوگوں کے خطوط لکھ دیتے اور رات کے وقت گشت کرتے۔

ایک دفعہ شب کے وقت پھرتے پھرتے مدینہ سے تین میل کے فاصلے پہ

پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ اس قدر رات گئے ایک عورت کچھ پکا رہی ہے، اور بچے رو رہے ہیں، جا کر پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں، میں نے خالی ہنڈیا چڑھا دی ہے کہ روتے روتے سو جائیں گے آپ اسی وقت مدینہ آئے، بیت المال کا دروازہ کھول کر آٹا، گھی، گوشت اور کھجور لے کر چلے تو آپ کے غلام اسلم نے عرض کی کہ میں لے چلوں، فرمایا، قیامت کے روز تم میرا بوجھ نہیں اٹھاؤ گے، وہاں جا کر حضرت عمرؓ تو آگ سلگاتے رہے، اور بڑھیا کھانا پکاتی رہی، کھانا کھا کر بچے اچھلنے کودنے لگے تو حضرت عمر دیکھ کر بہت خوش ہوئے، وہاں سے واپس ہونے لگے تو بڑھیا نے کہا، اللہ تمھیں جزائے خیر دے، خلیفہ تمھیں ہونا چاہیئے تھا، نہ کہ عمرؓ کو، حضرت عمرؓ نے فرمایا کل مدینہ آنا، اور بچوں کو ساتھ لانا، خلیفہ تمھارا کچھ وظیفہ مقرر کر دے گا۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ شہر کے باہر اترے تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا چلو پہرہ دیں، ان پر چور حملہ نہ کر دیں، چنانچہ رات بھر پہرہ دیتے رہے۔

مدینہ میں جس قدر مجبور، بیکس، اپاہج، اور نابینا اشخاص تھے، ان کی خدمت گذاری کرتے، حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز بہت سویرے حضرت عمرؓ کو ایک جھونپڑے میں داخل ہوتے دیکھا، حیران ہوا کہ یہاں آپ کا کیا کام، معلوم ہوا کہ یہاں ایک ضعیف نابینا عورت رہتی ہے، آپ روزانہ اس کی خبرگیری کے لئے آتے ہیں۔

۱۸ھ ہجری میں قحط پڑا تو آپ ہر وقت بے قرار رہتے، دور دراز سے غلہ منگوا کر تقسیم کرتے، گوشت، گھی، اور تمام مرغوب غذائیں ترک کر دیں، اپنے لڑکے کے ہاتھ میں خربوزہ دیکھا تو خفا ہوئے کہ لوگ فاقوں سے مر رہے ہیں، اور تم میوے کھاتے ہو۔

قبائل کے دفاتر خود اُٹھا کر لے جاتے، بچوں اور عورتوں کا نام لے لے کر پکارتے، اور خود ان کے ہاتھ میں وظائف دیتے۔

بیت المال

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں ایک مکان بیت المال کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا مگر وہ ہمیشہ بند رہتا تھا کیوں کہ جو کچھ آتا تھا اُسی وقت تقسیم کر دیا جاتا، چنانچہ جب وفات کے وقت انھوں نے بیت المال کا جائزہ لیا تو صرف ایک درہم نکلا، حضرت عمرؓ نے اس کا باقاعدہ محکمہ بنا دیا، اور عبداللہ بن ارقم ایک معزز صحابی کو افسر خزانہ مقرر کر دیا۔

ایک دفعہ آپ نے قیصر روم کو خط لکھا تو آپ کی بیوی ام کلثوم نے بھی اُسی قاصد کے ہاتھ قیصر کی بیوی کو کچھ تحفے بھیجے، ملکہ نے بھی اس کے جواب میں ہدایا ارسال کئے۔ جن میں ایک بیش قیمت موتی تھا، حضرت عمرؓ نے سنا تو اُسے بیت المال میں جمع کر دیا، اور فرمایا کہ یہ قاصد مسلمانوں کا تھا، اور اس کے مصارف بیت المال نے ادا کئے تھے، البتہ ام کلثوم کا جس قدر خرچ ہوا، اُن کو دلا دیا۔

تواضع

آپ کی خاکساری اور تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ سفر شام کو تشریف لے گئے تو فرش خاک پر سوتے، اور درخت کا سایہ آپ کے لئے سائبان کا کام دیتا، مسلمانوں نے آپ کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر دل میں کہا کہ عیسائی کیا کہیں گے، اس خیال سے آپ کی خدمت میں ترکی گھوڑا اور قیمتی لباس پیش کیا، آپ نے فرمایا، میرے لئے اسلام کی عزت کافی ہے۔

ایک روز آپ صدقہ کے اونٹوں کو تیل مل رہے تھے، ایک شخص نے دیکھا تو کہا یہ کام تو کسی غلام کا تھا، آپ نے فرمایا مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے، جو شخص مسلمانوں کا والی ہے، وہ ان کا غلام بھی ہے۔

مجلس شورے

آپ تمام امور شورے سے طے کرتے تھے، آپ نے مہاجرین اور انصار کے اہل الرائے حضرات کی ایک مجلس شوریٰ قائم کی تھی، جس کے ممتاز ارکان حضرت عثمان رضؓ، علی رضؓ، عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ، معاذ بن جبل رضؓ، ابی بن کعب رضؓ اور زید بن ثابت رضؓ رضی اللہ عنہم تھے، اگر زیادہ اہم معاملات پیش آجاتے تو مہاجرین و انصار، اور تمام سرداران قبائل بھی شریک مشورہ ہوتے۔

آپ نے ہر شخص کو نکتہ چینی اور طلب حقوق کی پوری آزادی دے رکھی تھی، ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو علاج میں شہد تجویز کیا گیا، آپ بیت المال سے بلا اجازت لے نہیں سکتے تھے، مسجد نبوی میں تشریف لائے اور لوگوں سے اجازت لی، ایک مرتبہ آپ تقریر کر رہے تھے، دوران تقریر میں ایک شخص نے آپ کو

کئی مرتبہ کہا کہ اے عمرؓ اللہ سے ڈر، لوگوں نے اسے روکا تو آپ نے فرمایا،
اسے کہنے دو، اگر یہ لوگ نہ کہیں تو بے مصرف ہیں، اور ہم نہ مانیں تو ہم،
ایک دفعہ آپ نے ممبر پر کھڑے ہو کر کہا، لوگو! اگر میں دنیا کی طرف
جھک جاؤں تو کیا کرو گے؟ - یہ سنتے ہی ایک شخص نے تلوار کھینچ لی اور کہا،
"تمھارا سر اڑا دوں گا" آپ نے بھی اس کی دلیری کو آزمانے کے لئے ڈانٹ کر
کہا کہ تو امیر المومنین کی شان میں ایسی گستاخی کرتا ہے، اس نے کہا، ہاں
ہاں تیری شان میں، حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ کا شکر ہے قوم میں ایسے لوگ
موجود ہیں کہ میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا تو مجھے سیدھا کر دیں گے۔

فتح شام کے بعد اکثر بزرگوں نے عیسائی عورتوں سے نکاح کر لیا تھا،
حضرت عمرؓ اسے ناپسند فرماتے تھے، انھوں نے حذیفہ بن یمان کو لکھا تو انھوں
نے جواب میں دریافت کیا کہ یہ حکم آپ کی ذاتی رائے ہے یا شریعت کا فیصلہ
ہے، آپ نے تحریر کیا کہ یہ میری ذاتی رائے ہے، حضرت حذیفہ نے لکھا
کہ ہم آپ کی ذاتی رائے کے پابند نہیں ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے تمام عمال کا مال و اسباب نیلام کر کے آدھا بیت المال
میں داخل کر دیا، ابوبکرہ ایک عامل تھے، انھوں نے کہا کہ اگر یہ مال خدا کا
تھا تو سب کا سب بیت المال میں داخل ہونا چاہیئے تھا، اور اگر ہمارا تھا تو
آپ کو اس میں سے لینے کا کوئی حق نہ تھا۔

جوہر شناسی

آپ کو ملک کے قابل آدمیوں سے واقفیت تھی، اور جوہر شناس ہونے

کی وجہ سے ہر ایک کی طبیعت اور قابلیت کا جو اندازہ لگاتے تھے، وہ بالکل صحیح ہوتا تھا، چنانچہ جس کام پر آپ نے جس شخص کو مقرر کیا وہ واقعی اس کا اہل ثابت ہوا۔

عرب میں چار آدمی فن سیاست و تدبیر میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، امیر معاویہ رض، عمرو بن العاص رض، مغیرہ بن شعبہ رض، اور زیاد بن سمیہ رض، آپ نے آخر الذکر کے سوا تینوں کو بڑے بڑے مناصب حکومت دیئے، اور وہ اس کے اہل ثابت ہوئے، زیاد کی عمر اس وقت سولہ سال کی تھی، اس لئے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ اس کو کاروبارِ حکومت میں اپنا مشیر بنائیں۔

باز پرس

جب آپ کسی والی کو روانہ کرتے تو اس سے عہد لیتے کہ وہ ترکی گھوڑا سواری میں نہ رکھے گا، باریک کپڑا نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، اور دروازہ پر دربان نہ رکھے گا، حاجت مندوں کے لئے اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا، ساتھ ہی اس کے تمام مال واسباب کی فہرست لے لیتے، اگر کسی عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافہ ہوتا تو دیکھ بھال کے بعد آدھا مال وصول کرکے بیت المال میں داخل کر دیتے۔

ہر عامل کی نسبت حج میں شکایت کرنے کی عام اجازت تھی، آپ اس کی تحقیقات کرکے تدارک فرماتے، حضرت عمر رض کو اطلاع ہوئی کہ حضرت خالد بن الولید رض نے ایک شخص کو انعام دیا ہے، آپ نے حضرت ابو عبیدہ رض کو لکھا کہ اگر خالد نے یہ انعام اپنی جیب سے دیا ہے تو اسراف کیا، اور اگر

بیت المال سے دیا تو خیانت کی، اس لئے وہ معزول کئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری والی بصرہ تھے، ان کی نسبت تین شکایات کی گئیں۔

۱۔ اسیران جنگ میں سے ساٹھ رئیس زادے چن کر اپنے لئے رکھ چھوڑے ہیں۔

۲۔ کاروبار حکومت زیاد بن ابی سفیان کے سپرد کر رکھا ہے۔

۳۔ ان کے پاس ایک لونڈی ہے، جس کو بہت نفیس غذا دی جاتی ہے حالانکہ دوسرے مسلمانوں کو ویسی نہیں مل سکتی۔

حضرت عمرؓ نے ان سے بازپرس کی تو وہ دو اعتراضوں کا تو تسلی بخش جواب دے سکے، مگر تیسرے الزام کا کوئی جواب نہ تھا۔ اس لئے لونڈی ان سے چھین لی گئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کوفہ میں ایک محل بنوایا جس میں ڈیوڑھی بھی تھی، حضرت عمرؓ کو خیال آیا کہ اس سے اہل حاجت کو تکلیف ہوگی، آپ نے محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں، وہ گئے، اور آگ لگا دی، حضرت سعد خاموش دیکھتے رہے۔

عیاض بن غنم مصر کے عامل تھے، ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ باریک کپڑا پہنتے ہیں، اور دروازہ پر دربان رہتا ہے، آپ نے محمد بن مسلمہ کو تحقیقات کے لئے بھیجا، انھوں نے دیکھا کہ دونوں باتیں درست ہیں، اسی لباس میں انھیں ساتھ لے کر مدینہ آئے، حضرت عمرؓ نے ان کا باریک کپڑا اتروایا، اور

بالوں کا کرتہ پہنا کر جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا، عیاض کو مجالِ انکار نہ تھی، مگر بار بار کہتے تھے کہ اس سے تو مرجانا بہتر ہے، آپ نے فرمایا تمھیں اس سے عار کیوں ہے، تمھارے باپ دادا کا پیشہ یہی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی نسبت بعض شکایات کی گئیں، آپ نے عام مجمع میں ان کی تحقیقات کی، اور جب وہ بری ثابت ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ تمھاری بابت میرا بھی ایسا ہی گمان تھا۔

مغیرہ بن شعبہ والی بصرہ پر جب الزام لگایا گیا تو ان کو طلب کیا، اور جب گواہ جھوٹے ثابت ہوئے تو ان پر حد شرعی جاری کی۔

حضرت عمار بن یاسر والی کوفہ کی شکایت ہوئی کہ وہ طرز حکومت سے واقف نہیں ہیں، آپ نے انھیں مدینہ بلایا، اور ان سے چند سوالات کئے تو معلوم ہوا شکایت صحیح ہے، انھیں فوراً معزول کر دیا۔

مسلمان جب دوسری حکومتوں میں جاتے تو ان سے محصول چنگی لیا جاتا، حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسی حساب سے دوسری حکومتوں کے تاجر بھی محصول ادا کریں، زیاد بن حدیر اس صیغہ کے نگراں تھے، ایک مرتبہ قبیلہ تغلب کا ایک عیسائی تاجر گھوڑے لے کر آیا، جن کی قیمت بیس ہزار درہم تھی، زیاد نے اس سے ایک ہزار درہم وصول کر لئے، اسی سال وہ دوسری مرتبہ انھیں گھوڑوں کو لے کر گذرا تو زیاد نے پھر اس پر محصول طلب کیا، اس نے کہا میں ایک بار دے چکا ہوں، اب بار بار کب تک دیتا رہوں، زیاد نے اسے گذرنے کی اجازت نہ دی۔

حج کا وقت آیا تو اس عیسائی تاجر نے مکہ میں جا کر حضرت عمرؓ کو تمام واقعہ کی خبر دی، آپ نے فرمایا، اس کا بندوبست ہو جائے گا، تاجر نے خیال کیا کہ آپ نے یوں ہی کہہ دیا ہے۔ مگر جب وہ سرحد پر آیا تو خلیفہ کا حکم یہاں وصول ہو چکا تھا۔ کہ جس چیز پر ایک مرتبہ محصول لیا جائے، سال آئندہ کی اُسی تاریخ تک اس پر پھر کچھ نہ لیا جائے، نصرانی کو اس پر بے انتہا مسرت ہوئی، اور صرف اسی واقعہ کی وجہ سے مسلمان ہو گیا۔

احتساب اور امن وامان کے قیام کے لئے پولیس کا محکمہ تھا، جس کا افسر اعلیٰ صاحب الاحداث کہلاتا تھا، بحرین کے صاحب الاحداث حضرت ابوہریرہ تھے، ان کے ذمہ یہ کام بھی تھا کہ ان چیزوں کی بھی دیکھ بھال کریں کہ دوکان دار ناپ تول میں کمی نہ کریں، شاہ راہ پر کوئی شخص مکان نہ بنائے، جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ لادا جائے۔ اور شراب علانیہ نہ بکنے پائے۔

عرب میں اب تک کسی مستقل سن کا رواج نہ تھا، حضرت عمرؓ نے سنہ ۱۶ھ میں، سن ہجری ایجاد کر کے اس کمی کی تلافی کر دی۔

اعلیٰ سامنے رہے۔ —

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

انتخاب خلیفہ

عہد شباب

عثمان نام، ابوعبداللہ، اور ابوعمرو کنیت، ذوالنورین لقب، والد کا نام عفان، والدہ کا نام اروی، پانچویں پشت پر آپ کا سلسلۂ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے، اپنی ماں کی طرف سے آپ آں حضرت کے رشتہ دار بھی ہوتے ہیں۔ ذوالنورین لقب کی وجہ یہ ہے، کہ رسول اکرمؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔

ایام جاہلیت میں آپ کا خاندان بہت زیادہ اقتدار و امتیاز کا مالک تھا، آپ کے جداعلیٰ امیہ بن عبدشمس قریش کے رؤسا میں سے تھے، انھیں کی طرف شاہان بنو امیہ منسوب ہیں، قریش کا قومی علم عقاب بھی اسی خاندان میں تھا؛ شرافت، ریاست اور مرتبت میں صرف بنو ہاشم ہی اس خاندان کا مقابلہ کر سکتے تھے۔

ہجرت نبوی سے ۴۷ سال قبل یعنی واقعہ فیل کے چھٹے سال آپ پیدا ہوئے، اوائل عمر ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا، جوان ہوئے تو تجارت

میں مشغول ہو گئے؛ اور اپنے اخلاق کریمانہ کی بدولت بہت جلد نمایاں ترقی حاصل کی۔

آپ کے تعلقات ایام جاہلیت ہی سے حضرت ابو بکر رضؓ سے دوستانہ تھے، ایک روز وہ حضرت ابو بکر رضؓ سے ملنے آئے تو اسلام کی بابت گفتگو شروع ہو گئی، انھوں نے قبول اسلام پر اپنی آمادگی ظاہر کی، دربار نبوت کو جانے ہی کو تھے کہ خود رسول اکرم تشریف لے آئے، آپ نے انھیں کلمۂ شہادت پڑھا کر اسلام میں داخل کر لیا، اس وقت تک کل ۳۵ یا ۳۶ مسلمان ہوئے تھے۔

ہجرت حبشہ

آں حضرت نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا نکاح آپ سے کر دیا، جب مشرکین نے حد سے زیادہ اذیتیں دینا شروع کیں تو آپ اپنی اہلیہ محترمہ کو لے کر ملک حبش کی طرف چلے گئے، فرزندان اسلام میں سے یہ پہلے مسلمان تھے جو اہل و عیال سمیت ہجرت کر گئے، حبش میں چند سال رہنے کے بعد جب یہ مشہور ہوا کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں تو یہ مکہ آ گئے، مگر پھر نہ لوٹے، البتہ جب ہجرت مدینہ کی اجازت ملی تو آپ اپنے اہل و عیال سمیت مدینہ کو روانہ ہو گئے، وہاں جا کر حضرت اوس بن ثابت کے گھر میں مہمان بنے، جن سے بعد کو آپ کا بھائی چارہ کرا دیا گیا۔

جنگ بدر کے سوا آپ تمام غزوات میں شریک رہے، اس غیر حاضری کا سبب یہ تھا کہ حضرت رقیہ بیمار ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے انھیں تیمارداری کے لئے مدینہ ہی میں چھوڑ دیا کہ شرکت کا ثواب اور مال غنیمت دونوں میں سے حصہ ملے گا۔ حضرت رقیہ اس مرض میں فوت ہوگئیں، آپ اور اسامہ بن زید تجہیز و تکفین میں مشغول تھے کہ نعرۂ تکبیر کی آواز سنائی دی، کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ سرورِ دو عالم کی ناقہ پر سوار مژدۂ فتح لا رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضؓ کو دوہرا غم تھا، محبوب بیوی کا سانحہ وفات اور جنگ بدر سے محرومی، آں حضرت نے اُن کو اطمینان دلایا کہ ادائے فرض کی وجہ سے شرکت نہ ہوسکی، انھیں مجاہد قرار دیا، مال غنیمت میں سے ایک غازی کا حصہ عنایت کیا، اور اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے ان کا نکاح کر دیا۔

غزوات

جنگ احد میں آپ شریک تھے، غزوہ ذات الرقاع میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، تو آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا گئے۔ ۶ھ ہجری میں جب رسول اللہ نے زیارت کعبہ کا ارادہ کیا تو آپ بھی ساتھ تھے، آپ مسلمانوں کے سفیر بن کر کفار قریش کے پاس گئے، جب آپ کی شہادت کی خبر اُڑی تو بیعت رضوان ہوئی، رسول اللہ کو حضرت عثمان رضؓ کی ذات پر اس قدر اعتماد تھا کہ آپ نے ان کی طرف سے اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر غائبانہ بیعت کی، مشرکین اس جوش کو دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے، اور حضرت عثمان کو رہا کر دیا، خیبر، فتح مکہ، اور حنین میں بھی آپ شریک تھے۔

غزوۂ تبوک کا وقت آیا تو حضرت عثمانؓ نے ایک تہائی فوج کا تمام سر و سامان اپنے پاس سے دیا، یہاں تک کہ تسمے بھی اُن کے روپے سے خریدے گئے، علاوہ ازیں ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے، اور سامان رسد کے لئے ایک ہزار دینار پیش کئے، رسول اللہ ان اشرفیوں کو دست مبارک سے اچھالتے تھے، اور فرماتے کہ آج کے بعد عثمان کا کوئی کام انھیں نقصان نہیں پہنچائے گا، حجۃ الوداع میں بھی آپ کو رسول اللہ کے ہم رکاب ہونے کا شرف حاصل تھا۔

خلافت صدیقی میں آپ مجلس شوریٰ کے ایک رکن تھے، حضرت عمرؓ کے استخلاف کا وصیت نامہ آپ ہی نے تحریر فرمایا تھا، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی آپ ان کے اہل شوریٰ میں شامل تھے، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو جن چھ آدمیوں میں آنھوں نے خلافت منحصر کر دی، ان میں ایک آپ بھی تھے۔

انتخاب

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین سے فارغ ہو کر حضرت مقداد ان صحابہ کو لے کر مسور بن مخرمہ کے گھر میں جمع ہوئے، دو روز تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا، تیسرے روز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ خلافت تین شخصوں میں محدود کر دینی چاہیئے۔ جو اپنے خیال میں جس کو زیادہ مستحق سمجھتا ہو، اس کا نام پیش کرے، حضرت سعد نے عبدالرحمٰن بن عوف کا نام لیا، حضرت طلحہ نے حضرت عثمانؓ کو پیش کیا، اور حضرت زبیر نے حضرت

علیؓ کو تجویز کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا، میں اپنے حق سے دست بردار ہوتا ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ اب حق صرف دو آدمیوں کا رہ گیا ہے، ان میں سے جو کتاب وسنت اور شیخین کے نقش قدم پر چلنے کا عہد کرے گا، اس کے ہاتھ پر بیعت ہوگی۔ اس کے بعد ان دونوں سے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ میرے ہاتھ میں دے دیں، دونوں نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ اب تمام صحابہ کرام مسجد میں جمع ہوئے،

حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے ایک مختصر مگر مؤثر تقریر کی، پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، ان کے بعد حضرت علیؓ نے ہاتھ بڑھایا، حضرت علیؓ کا بیعت کرنا تھا کہ لوگ بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے، غرض ۴ محرم ۲۴ھ ہجری دوشنبہ کے دن اتفاق عام سے حضرت عثمانؓ مسند آرائے خلافت ہوئے۔

خلافت

از ۴ محرم ۲۴ھ تا ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ

فتوحات

پہلا مقدمہ

حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے تو اس کے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ اس قتل میں ہرمزان اور جفینہ بھی شریک تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے بیان کیا کہ میں نے شام کے وقت ہرمزان، جفینہ اور فیروز کو آہستہ آہستہ باتیں کرتے دیکھا تھا، جب میں یکایک ان کے پاس گیا تو وہ گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے، اور ان میں سے ایک کے پاس سے خنجر گرا، جس کے دونوں طرف دھار تھی، خنجر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عبدالرحمٰن کے بیان کے مطابق ہے۔

حضرت عمرؓ کے انتقال پر اُن کے صاحبزادے عبیداللہ نے غصہ میں ہرمزان کو قتل کرڈالا، پھر جفینہ کی طرف بڑھے جو حیرہ کا رہنے والا عیسائی غلام تھا، حضرت سعد بن ابی وقاص اس کو اس لئے مدینہ میں لائے تھے کہ بچوں کو کتابت سکھائے، اس وقت حضرت صہیب عارضی طور پر خلافت کا کام کر رہے تھے، انھوں نے عبیداللہ کو گرفتار کرکے تلوار اُن سے چھین لی،

اور انھیں قید کردیا۔

جب حضرت عثمان رضؓ خلیفہ ہوگئے، تو یہ مقدمہ ان کی خدمت میں پیش ہوا، حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے کہا کہ آپ کو اس مقدمہ سے کیا سروکار، یہ واقعہ آپ کی خلافت سے قبل کا ہے، آخر آپ نے ہرمزان کے خون کی دیت اپنے پاس سے ادا کرکے معاملہ طے کردیا جس سے سب لوگ خوش ہوگئے۔

استیصال بغاوت

حضرت عمر رضؓ کی خلافت میں ممالک مصر، شام، اور ایران فتح ہوچکے تھے اور انھوں نے نظم ونسق کے لئے ایک دستور العمل بنا لیا تھا، حضرت عثمان رضؓ نے حضرت صدیق رضؓ کی نرمی کو اپنا شعار بنایا، اور فاروق رضؓ کی سیاست کو مشعلِ راہ، اور ایک سال تک برابر اسی پر عمل کرتے رہے، اگر انھوں نے کوئی تبدیلی کی تو صرف یہ کہ حضرت عمر رضؓ کی وصیت کے مطابق مغیرہ بن شعبہ کی جگہ حضرت سعد وقاص کو کوفہ کا والی بنا دیا۔

۲۴ھ ہجری میں آرمینیہ اور آذربائجان، دونوں نے حضرت عمر رضؓ کی شہادت سے فائدہ اٹھا کر بغاوت کردی، اور خراج ادا کرنا بند کردیا، حضرت عثمان رضؓ نے کوفہ سے سلمان بن ربیعہ کو چھ ہزار فوج دے کر شام کی طرف روانہ کیا، جنھوں نے جاتے ہی اس بغاوت کا استیصال کردیا۔

اہل اسکندریہ کی شرارت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے حضرت عمرو بن العاص رضؓ مصر کے والی چلے آتے تھے، خراج کی جو سالانہ رقم مصر سے جایا کرتی تھی، اس پر

حضرت عمرؓ کو شکایت تھی کہ یہ کم ہے، وہ اضافہ کے خواہش مند تھے، اور والی برابر انکار کرتا تھا، جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی اضافہ کا مطالبہ کیا، اور جب انھوں نے انکار کر دیا تو انھیں معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو پورے مصر کا والی بنا دیا جو پہلے صرف صعید کے والی تھے۔

رومی حضرت عمرو بن العاصؓ کی سیاست و تدبیر کا لوہا مانتے تھے، اور کبھی انھیں سر اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، انھوں نے اب مصر پر دوبارہ قبضہ کرنے کے خواب دیکھنا شروع کئے، ان کی امداد کے بھروسہ پر ۲۵ھ میں اسکندریہ والوں نے بغاوت کر دی، حضرت عثمانؓ نے مصریوں سے مشورہ طلب کیا کہ اس کو کس طرح فرو کیا جائے، انھوں نے عمرو بن العاصؓ کا نام پیش کیا کہ وہی اس بغاوت کا استیصال کر سکتے ہیں، چنانچہ وہ گئے، اور جاتے ہی رومیوں کو زبردست شکست دی، اور اسکندریہ پر قبضہ کر کے اس کی فصیل کو توڑ دیا۔

دو برس تک حضرت عمرو بن العاصؓ مصر کے مال و خراج کے افسر رہے، مگر ۲۷ھ میں اس دوعملی میں اختلاف پیدا ہو گیا، اور دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف شکایات دربار خلافت میں بھیجنا شروع کر دیں، حضرت عثمانؓ نے تحقیقات کر کے عمرو بن العاصؓ کو معزول کر دیا، اور عبداللہ بن ابی سرح کو پورے مصر کا والی بنا دیا، عمرو بن العاصؓ ناراض ہو کر مدینہ آ گئے، ان کے زمانے میں مصر کا خراج ۲۰ لاکھ آتا تھا، عبداللہ کی سعی و کوشش سے وہ چالیس

لاکھ ہوگیا، حضرت عثمان رضؓ نے ان سے فخریہ لہجہ میں کہا کہ اونٹنی نے آخر دودھ زیادہ دے ہی دیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں، مگر بچے بھوکے رہ گئے۔

سنہ ۲۶ ہجری میں حضرت سعد بن ابی وقاص کوفہ کی ولایت سے معزول کردیئے گئے، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے بیت المال سے بہت بڑی رقم قرض لے لی، حضرت عبداللہ بن مسعود بیت المال کے مہتمم تھے، انھوں نے قرض کی ادائگی کا تقاضا کیا تو حضرت سعد نے اپنی ناداری کا عذر کردیا، آخر یہ جھگڑا دربار خلافت تک گیا، اتنے بڑے حاکم کا یہ طریق عمل بالکل خلاف قاعدہ تھا، اس لئے حضرت عثمان رضؓ نے انھیں معزول کردیا، اور ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو وہاں کا والی بنادیا، حضرت عبداللہ بن مسعود کا جرم اس قدر سنگین نہ تھا، اس لئے انھیں مناسب تنبیہ کے بعد اس عہدہ پر قائم رکھا۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن زبیر کو الجزائر و مراکش میں بڑے بڑے معرکے پیش آئے، مگر ہر جگہ ان کی بے نظیر شجاعت اور تدبیر و سیاست نے فتح و کامرانی حاصل کی، اور مظفر و منصور واپس ہوئے۔

افریقہ کے بعد اسپین کا راستہ کھلا تھا، حضرت عثمان رضؓ نے عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس اور عبداللہ بن نافع بن حصین کو سنہ ۲۷ ہجری میں اسلامی فوج کے ساتھ روانہ کیا، مگر تھوڑی سی فتوحات کے بعد پیش قدمی رک گئی، اور عبداللہ بن نافع بن عبدالقیس افریقہ کے حاکم مقرر ہوئے۔

فتح طرابلس

اگرچہ عبداللہ بن ابی سرح نے سنہ ۲۵ ہجری میں طرابلس کی مہم کا انتظام

کر لیا تھا مگر اس پر باقاعدہ فوج کشی ۲۷ھ ہجری میں ہوئی، حضرت عثمان رضؓ نے اس کی امداد کے لئے مدینہ سے زبردست فوج روانہ کی، جس میں عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر رضؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر بھی تھے، ایک مدت کے محاصرہ کے بعد اہل طرابلس کی ہمتیں پست ہوگئیں، ان کے پاؤں اکھڑ گئے، اور ۲۵ لاکھ دینار پر عبداللہ سے صلح کر لی۔

بحری لڑائی

حضرت عمر رضؓ کے زمانہ سے ولایت شام کے حاکم اعلیٰ امیر معاویہ چلے آتے تھے، انھوں نے دربار خلافت سے بارہا اس امر کی اجازت طلب کی کہ انھیں بحری جنگ کا موقع دیا جائے، مگر حضرت عمر رضؓ ہمیشہ انکار کرتے رہے، جب حضرت عثمان رضؓ نے عنانِ خلافت سنبھالی تو انھوں نے پھر اجازت مانگی، ابتداء میں تو وہ ٹالتے رہے، مگر جب ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو انھوں نے اس شرط کے ساتھ اجازت دی کہ جبراً یا قرعہ اندازی سے کسی مسلمان کو بحری فوج میں شریک نہ کیا جائے۔ بلکہ صرف وہ لوگ لئے جائیں جو اپنی خوشی سے شرکت کے خواہاں ہوں، امیر معاویہ رضؓ نے فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا ایک حصہ سردی کے دنوں میں مصروف جنگ رہتا، اور دوسرا گرمی کے دنوں میں۔

شام کے قریب بحیرہ روم میں قبرص یا سائپرس ایک نہایت ہی زرخیز جزیرہ ہے جو یورپ اور روم کی طرف سے شام کی فتح کا دروازہ ہے، جب تک اس بحری ناکہ پر مسلمانوں کا قبضہ نہ ہوتا انھیں رومیوں کے حملہ کا برابر ڈر لگا رہتا تھا، اجازت ملتے ہی اس پر حملہ کی تیاریاں شروع ہوگئیں،

بحری بیڑہ تیار کیا گیا، اور عبداللہ بن قیس حارثی اس کے امیر البحر قرار پائے، یہ بیڑا جاتے ہی قبرص پہ لنگر انداز ہو گیا، لڑائی شروع ہوئی تو امیر البحر ناگہانی طور پر شہید ہو گئے، سفیان بن عوف ازدی نے بڑھ کر علم سنبھال لیا، آخر اہل قبرص مغلوب ہو گئے، اور صلح کر لی۔

۳۳ھ ہجری میں اہل قبرص نے رومی جہازوں کی امداد پر بھروسہ کر کے پھر بغاوت کر دی، اس لئے امیر معاویہ نے حملہ کر کے اس کو کلیتاً اسلامی مملکت میں شامل کر لیا، اور اعلان کر دیا کہ اہل قبرص رومیوں کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات و روابط منقطع کر دیں گے، بلکہ شادی بیاہ کا سلسلہ بھی مسدود ہو جائے گا۔

ابو موسیٰ اشعری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ کا والی مقرر کیا تھا، حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ میں وہ چھ سال تک اس ولایت پر قائم رہے، کوفہ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی تھی، جس کا کام ہی یہ تھا کہ وہ اپنے والی کی ہر بات میں مخالفت کرے، حضرت عمر رضؓ کی ہیبت اور عظمت نے اس جماعت کو کبھی ابھرنے نہ دیا، مگر حضرت عثمان رضؓ کی نرم دلی اور ملاطفت سے اس نے بے جا فائدہ اٹھانا شروع کر دیا، جس کی تفصیل انشاءاللہ اگلے باب میں آئیگی۔

اس دوران میں کردوں نے بغاوت کر دی، حضرت ابو موسیٰ نے جامع کوفہ میں جہاد کی ترغیب دی، اور پا پیادہ چلنے کی فضیلت بیان کی، لوگ چلنے کو تیار ہو گئے، مگر اس فتنہ پرداز جماعت کے لوگوں نے کہا کہ جلدی کرنے کی

ضرورت نہیں، پہلے اپنے والی کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ اپنے قول پر کہاں تک عمل کرتے ہیں، وہاں دیکھا تو وہ ایک نفیس ترکی گھوڑے پر سوار تھے، اور بہ خچروں پر ان کا سامان لدا ہوا تھا، قول فعل میں کلیتہً اختلاف دیکھ کر لوگ جوش میں آگئے، اور اسی وقت ایک گروہ مدینہ کو روانہ ہوگیا کہ انھیں ولایت سے معزول کرائے، چنانچہ حضرت عثمان رضؓ نے ۲۹ سنہ ہجری میں انھیں معزول کرکے عبداللہ بن عامر کو وہاں کا والی بنا دیا۔

یزدگرد کی موت

عبداللہ بن عامر والی بصرہ نے ماوراء النہر کی طرف توجہ کی، جہاں کے لوگ صلح پر آمادہ ہوگئے، بہت سی قیمتی اور نفیس اشیاء بطور ہدیہ کے آپ کی خدمت میں پیش کیں، چنانچہ صلح ہوگئی، اسی دوران میں عبداللہ بن حازم نے سرس فتح کرلیا، عبداللہ نے قیس بن الہیثم کو اپنا قائم مقام مقرر کیا، اور خود اس تمام سامان کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوگئے ان ہی کی امارت میں ایران کا آخری بادشاہ یزدگرد مارا گیا، جس کی موت سے ساسانی خاندان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔

اسلامی بحری بیڑہ

قیصر روم نے ۳۱ سنہ ہجری میں پانچ سو جنگی جہازوں کا زبردست بیڑہ تیار کر کے سواحل شام پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا، امیر معاویہ نے بھی اس کے مقابلہ کی تیاریاں شروع کیں، اور امیر البحر عبداللہ بن ابی سرح کو حکم دیا کہ وہ سمندر ہی میں رومی بیڑے کا مقابلہ کریں، چنانچہ اسلامی جہازوں نے پیش قدمی کی، اور رومی جہازوں کا راستہ روک دیا، دونوں طرف سے نہایت خوفناک جنگ

ہوئی، رومی بیڑہ تباہ و برباد ہوگیا، بہت کم لوگ جان بچا کر بھاگ سکے، بہت سی کشتیاں مسلمانوں کے ہاتھ آگئیں، اس فاتحانہ اقدام نے ہمیشہ کے لئے افریقہ اور شام کے ساحلوں کو محفوظ کر دیا۔

اسی سال حبیب بن مسلمہ فہری نے آرمینیہ کی طرف پیش قدمی کی، اور طفلس تک کا علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ۳۳ھ ہجری میں امیر معاویہؓ تنگنائے قسطنطنیہ تک پہنچ گئے، عبدالرحمٰن بن عامر نے مرد ودو، طالقان، خاریاب، اور جوزجان کو فتح کر لیا، خراسانیوں نے بغاوت کی تو احنف بن قیس نے اس کو فرو کر دیا۔ ۳۴ھ ہجری میں طرابلس والوں کی شورش کو عبداللہ بن ابی سرح نے دور کر دیا۔

داخلی فتنہ

انقلاب کی تیاری

حضرت عثمان رضی اللہ کی حکومت کے ابتدائی چھ سال نہایت امن و اطمینان کے گذرے، فتوحات کی وسعت نے مال و دولت میں کثرت و فراوانی پیدا کر دی، اور تجارت و زراعت نے لوگوں کو فارغ البال کر دیا، اس لئے قدرتی طور پر سادگی اور بے تکلفی کی جگہ تکلف اور عیش نے لے لی، آخر اس تمول کے نتائج فاسدہ دنیا کے سامنے ظاہر ہو کر رہے۔

اس وقت جن جن مقامات میں انقلاب کی تیاریاں ہو رہی تھیں وہ یہ تھے:۔

کوفہ

اس شہر میں جو لوگ فتنہ و شورش انگیزی میں سب سے زیادہ مصروف تھے، ان کی غرض انقلاب سے یہ تھی کہ مناصب حکومت میں تمام مسلمانوں کو شریک کیا جائے، اس لئے کہ ان ہی کی تلواروں نے تمام ممالک کو زیر نگیں کیا ہے۔

ان لوگوں نے مختلف طریق سے اپنے مقاصد و اغراض حاصل کرنے کی کوشش کی، ولید بن عقبہ والی کوفہ کو سب لوگ عزت و احترام سے دیکھتے تھے انھوں نے اپنے والی پر یہ تہمت لگائی کہ وہ شراب پیتے ہیں، حضرت عثمان رض کے سامنے دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہم ان کی مجلس میں موجود تھے،

ہمارے سامنے انھوں نے قے کی، اور اس میں شراب نکلی، شہادت دینے والے وہ لوگ تھے جنھیں ولید اُن کی نالائقی کی بنا پر ملازمت سے معزول کرچکا تھا، خلیفہ نے ولید پر حد جاری کی، اور ان کی جگہ سعید بن العاص کو والی بنایا۔

سعید بن العاص نے دیکھا کہ یہاں فتنہ کا بازار گرم ہے، تو انھوں نے دربار خلافت کو اس کی مفصل اطلاع دی، اور شریر لوگوں کو اپنی مجلس میں آنے سے روک دیا۔ اب ان مفسدوں نے خود والی ہی کو بدنام کرنا شروع کردیا، اور عام لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتے رہے، کوفہ کے اشراف و رؤسا نے تنگ آکر دربار خلافت سے التجا کی کہ فتنہ پردازان سے ہمیں نجات دلوانے کی کوئی تدبیر کیجئے، حضرت عثمان رضؓ نے انھیں جلاوطن کرکے شام بھیج دیا، مگر امیر معاویہ بھی ان سے بہت جلد تنگ آگئے، پھر انھیں حمص میں عبدالرحمن بن خالد کے سپرد کردیا گیا، جن کی سختی سے تنگ آکر اُنھوں نے توبہ کی، اور اس طرح انھیں کوفہ واپس آنے کی اجازت ملی۔

یہاں آئے تو پھر وہی شرارت اور انقلاب کی باتیں تھیں، اس لئے سعید بن العاص مجبور ہوکر مدینہ گئے کہ فساد کی تفصیلات سے خلیفہ کو آگاہ کریں، جب وہ مدینہ سے واپس لوٹے تو سازش کرنے والوں نے متفق ہوکر انھیں شہر میں داخل ہونے سے روک دیا، آخر حضرت عثمان رضؓ نے رفع شر کے خیال سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو والی بناکر بھیج دیا۔ مگر ان کی بھی کچھ پیش نہ گئی، اور روز بروز حکومت کا اقتدار کم ہوتا چلا گیا۔

بصرہ

کوفہ کی طرح بصرہ میں بھی ایک انقلاب پسند جماعت پیدا ہوگئی تھی، یہاں کے والی عبداللہ بن عامر تھے، ان کے عہد حکومت میں ایک شخص حکیم بن جبلہ تھا، جو چوریاں کرتا، غریبوں کا مال لوٹتا، اور میدان جنگ سے چھپ کر بھاگ جایا کرتا تھا، حضرت عثمان رضؓ کے حکم سے اسے بصرہ میں نظر بند کر دیا گیا، اور اس کے ساتھیوں کو بھی شہر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی۔

مصر

سازشوں اور فتنوں کے لحاظ سے مصر سب سے بڑا انقلابی مرکز تھا، صنعاء کا ایک یہودی عبداللہ بن سبا تھا جس کی کنیت ابن سودا تھی، یہ شخص ظاہری طور پر مسلمان ہوگیا تھا، اس نے بصرہ میں آکر حکیم بن جبلہ کے پاس قیام کیا اور اپنے انقلابی خیالات و افکار کی نشر و اشاعت میں لگ گیا۔ عبداللہ بن عامر کو اس کے خیالات کی اطلاع ملی انھوں نے اس کو بصرہ سے نکال دیا۔

اب اس نے کوفہ کا رخ کیا، پھر وہاں سے بھی نکالا گیا، پھر یہ مصر آیا، اور عجیب و غریب عقائد کی اشاعت شروع کر دی، اس کی تعلیم سے جو لوگ پختہ کار ہو جاتے تھے، انھیں دوسرے شہروں میں روانہ کیا جاتا جو خلیفہ اور اور عمال حکومت کے مظالم لوگوں کو سناتے، اور مصنوعی شکایات بیان کر کے عوام کے جذبات میں جوش پیدا کرتے۔

حصول مقصد کے لئے ان لوگوں نے تمام اطراف و اکناف میں امرا کے فرضی مظالم لکھ کر بھیجے، یہاں تک کہ مدینہ میں صحابہ کرام کے پاس ایسے خطوط پہنچے تو انھوں نے حضرت عثمان سے ان کا ذکر کیا، آخر باہمی مشورہ کے بعد حضرت

عثمان رضؓ نے قابل اعتماد صحابہ کو تفتیش حالات کے لئے روانہ کیا؛

ابوذر غفاری

حضرت امیر معاویہ کی دور اندیشی اور سیاست نے شام کو ان فتنوں سے بچالیا، مگر پھر بھی دو ایک واقعات ضرور ہو گئے، عبداللہ بن سبا شام گیا، اور حضرت ابوذر غفاری کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ امیر معاویہ بیت المال کے خزانے کو اللہ کا مال کہتے ہیں، اس لئے کہ مسلمانوں سے چھین کر اپنے تصرف میں لے آئیں، حضرت ابوذر یہ سن کر جوش میں بھرے ہوئے امیر معاویہ کے پاس گئے، اور اس پر تنبیہ کی، انھوں نے جواب دیا کہ میں آئندہ اس کو مسلمانوں کا مال کہا کروں گا۔

اب اس نے حضرت ابو درداء کو ورغلانے کی کوشش کی، انھوں نے فرمایا تو یہودی ہے، یہاں سے ہٹ کر حضرت عبادہ بن صامت کے پاس گیا، وہ اسے پکڑ کر امیر معاویہ کے پاس لے گئے، اور کہا یہ وہی شخص ہے جس نے ابوذر کو تم سے لڑا دیا تھا۔

حضرت ابوذر بالکل تارک الدنیا مسلمان تھے، انھوں نے شام کے فقرا کو ابھارا کہ دولت مندوں کو لوٹ لیں، اس لئے امیر معاویہ کے مشورہ سے حضرت عثمان نے تحقیقات کے لئے انھیں مدینہ بلایا، اور فرمایا کہ میرے پاس قیام کیجئے، میں آپ کے مصارف کا کفیل بنوں گا، انھوں نے جواب دیا کہ مجھے تمھاری دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے چنانچہ وہ آبادی سے دور مقام ربذہ میں مقیم ہو گئے، اور حضرت عثمانؓ نے ان کی تنخواہ مقرر کر دی، ۳۳ھ

میں اسی بیابان میں وفات پاگئے۔

پتھروں کی بارش

مدینہ میں بھی آہستہ آہستہ جراثیم بغاوت پھیل رہے تھے، اورانقلابی برابر اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھے، ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، اورابھی حمد وثنا شروع ہی کی تھی کہ درمیان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا کہ اے عثمانؓ! کتاب اللہ کو اپنا طرزِعمل بنا، آپ نے نرمی سے جواب دیا کہ بیٹھ جاؤ، اُس نے دو تین مرتبہ یہی جملہ کہا، اورآپ ہر مرتبہ اُس کو بیٹھ جانے کو فرماتے، اب مفسدین نے آپ کو نرغہ میں لے لیا، اور سنگ ریزے اور پتھر مارے کہ آپ زخموں سے چور ہوکر زمین پر گر پڑے، مگراس پرآپ نے ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔

جب ان افواہوں کا اثر سب طرف ہوگیا تو حضرت عثمانؓ نے حج پر تمام امرائے حکومت کو بلاکر پوچھا کہ یہ کیسی خبریں مشہور ہورہی ہیں، اوران کے رفع وانسداد کی کیا صورت ہے، ہرایک نے اپنے اپنے خیال کے مطابق تجویز پیش کی، آپ نے سن کر فرمایا کہ کہیں یہ وہی فتنہ نہ ہو جس کی خبر رسول کریم دے چکے ہیں، اس پرامیر معاویہ نے عرض کی کہ آپ شام تشریف لے چلیں، فرمایا میں آں حضرتؐ کے قرب واتصال کو کسی چیز پر ترجیح دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

وفد کی آمد

دربار خلافت میں تو اصلاح حالات کے مشورے ہو رہے تھے، اور

اُدھر اندر ہی اندر سبائی جماعت انقلاب کی تیاریاں مکمل کر چکی تھی، کوفہ، بصرہ، اور مصر سے اس جماعت کا ایک وفد مدینہ آیا، اور شہر سے باہر ٹھہر گیا، پھر اس کے چند سرگروہ حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور علی رضی اللہ عنہم کے پاس گئے کہ وہ اپنے رسوخ سے کام لے کر ان منازعات کا خاتمہ کرادیں، مگر ان میں سے ہر ایک نے صاف انکار کردیا، حضرت عثمان رضؓ نے سنا تو دریافت کرایا کہ یہ لوگ کیوں آئے ہیں، معلوم ہوا کہ وہ آپ کی غلطیاں ظاہر کر کے آپ کو خلافت سے دست بردار ہونے کی دعوت دیں گے، اور انکار کرنے پر قتل کردیں گے۔

حضرت عثمان رضؓ نے اُسی وقت حضرت علی رضؓ کو بلایا، اور اُن سے کہا کہ آپ ان مفسدین کو واپس کر دیجئے۔ میں ان کے تمام جائز مطالبات پورے کردوں گا۔ چنانچہ یہ لوگ واپس چلے گئے، جمعہ کے روز حضرت عثمان رضؓ نے نہایت زوردار خطبہ دیا، اور اصلاحات کی بابت اپنے طریق عمل کی تشریح کی، جس کو سن کر سب لوگ خاموش ہو گئے، اتنے میں مدینہ کی گلیاں تکبیر کے نعروں سے گونج اُٹھیں، اور انتقام انتقام کی آوازیں چاروں طرف سے آنے لگیں، بڑے بڑے صحابہ گھروں سے باہر نکل کر آئے کہ یکایک یہ کیا ہو گیا، حضرت علی رضؓ نے آگے بڑھ کر ان مفسدین سے پوچھا کہ تم کیوں واپس آئے ہو، مصریوں نے جواب دیا کہ ہم نے ایک قاصد گرفتار کیا ہے جو اس مضمون کا خط لئے جارہا تھا، کہ جب ہم مصر واپس پہنچیں تو وہاں کا والی ہمیں قتل کردے، اب آپ نے کوفیوں اور بصریوں سے فرمایا کہ تمھارا راستہ مصریوں سے

بالکل دوسری سمت پر ہے، تم تین منزل تک سفر طے کر چکے تھے، تمھیں کس طرح معلوم ہو گیا کہ ان کی بابت ایسا فرمان نافذ ہوا ہے، تم لوگ یقیناً جھوٹے ہو اور تم نے پہلے سے یہ سازش کر رکھی تھی۔

محاصرہ

اب یہ لوگ اس خط کو لے کر حضرت عثمان رضؓ کے پاس گئے تو آپ نے قطعاً لاعلمی کا اظہار کیا، اور فرمایا کہ یا تو اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کرو، ورنہ مجھ سے قسم لے لو جو میں نے لکھا ہو، یا مجھے اس کا علم ہو، مصریوں نے کہا کہ ہمیں ایسے خلیفہ کی ضرورت نہیں جس کی لاعلمی میں ایسے اہم امور پیش آ جائیں، آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ نے جو خلعت مجھے پہنایا ہے اس کو میں اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں اتاروں گا،

اس پر انقلابیوں نے آپ کے دولت کدہ کا محاصرہ کر لیا، اور چالیس دن تک ہر چیز بند کر دی، یہاں تک کہ پانی کا اندر جانا بھی بند ہو گیا، بڑی مشکل وجاں کاہی کے بعد آپ کا ایک پڑوسی مخفی طور پر پانی پہنچاتا تھا، ان لوگوں نے بڑے بڑے صحابہ تک کی توہین سے دریغ نہ کیا تو کبار صحابہ مدینہ چھوڑ کر چلے گئے حضرت عائشہ رضؓ نے حج کا ارادہ کیا، حضرت طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ بھی گوشہ نشین ہو گئے، البتہ اپنے صاحبزادہ کو حفاظت کے لئے بھیج دیا۔

محاصرہ کے دوران میں حضرت عثمان رضؓ نے کئی مرتبہ مفسدین کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا، اسی حالت میں آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کو امیر حج بنا کر مکہ روانہ کیا کہ وہاں مسلمانوں کو مفصل حالات سے آگاہ

کر دیں، باغیوں نے دیکھا کہ اگر محاصرہ نے طول کھینچا تو حج کے بعد خلیفہ کے مددگار سب طرف سے آجائیں گے، اس لئے اب انھوں نے علانیہ طور پر آپ کے قتل کے مشورے کرنے شروع کر دیئے، آپ نے سنا تو ان سے پوچھا کہ کس جرم میں مجھے قتل کرتے ہو۔

خواب

حضرت عثمان رضؓ کو یقین ہو گیا کہ اب آں حضرتؐ کی پیشین گوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے، جس کی آپ نے خبر دی تھی، اور اس میں صبر کرنے کی وصیت کی تھی، آپ جمعہ کے دن روزہ سے تھے، آپ نے اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں، جلد آؤ، ہم تمھارے افطار کے منتظر ہیں، بیدار ہوئے تو فرمایا، میری شہادت کا وقت آگیا ہے، پھر آپ نے پاجامہ زیب بدن فرمایا، جو تمام عمر کبھی نہ پہنا تھا، بیس غلاموں کو آزاد کیا، اور قرآن پاک کھول کر تلاوت میں مصروف ہو گئے۔

شہادت

باغیوں نے آپ کے گھر کے دروازے میں آگ لگا دی، اور دیوار پھاند کر اندر گھس گئے، حضرت علی رضؓ طلحہ رضؓ اور زبیر کے صاحبزادے آپ کی حفاظت کے لئے آ گئے تھے، حضرت عثمان رضؓ نے انھیں واپس کر دیا، محمد بن ابی بکر نے بڑھ کر آپ کی ریش مبارک زور سے کھینچی، آپ نے فرمایا، بھتیجے اگر تمھارے باپ زندہ ہوتے تو انھیں یہ منظر پسند نہ آتا، یہ سن کر وہ شرمائے، اور پیچھے

ہٹ گئے۔

کنانہ بن بشر نے آپ کی مبارک پیشانی پر اس زور سے لوہے کی لاٹ ماری کہ آپ پہلو پر گر پڑے، اور آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "بسم اللہ توکلت علی اللہ" سودان بن حمران مرادی نے دوسری ضرب لگائی جس سے آپ نیم مردہ ہو گئے، اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا، عمرو بن الحمق سینہ پر چڑھ بیٹھا، اور آپ کے جسم پر نو زخم لگائے، حضرت نائلہ آپ کی وفادار بیوی بچانے کے لئے آپ کے اوپر گر پڑیں تو ان کی نصف ہتھیلی اور تین انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں، پھر کسی نے اس زور سے تلوار ماری کہ گردن تن سے جدا کر دی۔

آپ اس وقت قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے، آپ کے خون ناحق کا چھینٹا اس آیت پر پڑا "فسیکفیکہم اللہ وہو السمیع العلیم" (۲، ۱۳۰)

ان سے خدا تمھارے لئے کافی ہو گا، اور وہ سب کی سنتا ہے، اور ہر ایک کے حال سے واقف ہے، قتل کے بعد باغیوں نے آپ کا تمام سامان لوٹ لیا، اور تمام شہر میں آپ کے قتل کا اعلان کر دیا، اب ان کی شہر پر حکومت تھی، ان کے خوف سے کسی کو علانیہ دفن کفن کی ہمت نہ تھی، دو روز تک یہ لاش بے گور و کفن پڑی رہی، آخر سنیچر کا دن گذر کر چند مسلمانوں نے ہمت کی، اور بغیر غسل کے اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے کپڑوں میں چار آدمیوں نے جنازہ اٹھایا، جنازہ میں کل سترہ آدمی شریک تھے، حضرت جبیر بن مطعم نے نماز پڑھائی، اور کابل سے مراکش تک کے جلیل القدر فرماں روا کو جنت البقیع کے پیچھے سپرد خاک کر دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتہ اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں شام پہنچ گئیں، جب مجمع عام میں ان کی نمائش ہوئی تو چاروں طرف ماتم برپا ہوگیا، اور انتقام انتقام کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

عام عادت

ضعف پیری کی بنا پر آپ کی غذا نرم، ہلکی اور زود ہضم ہوتی تھی، مزاج میں صفائی بہت زیادہ تھی، روزانہ غسل فرماتے، عمدہ کپڑے پہنتے، اور عطر لگاتے، بے ہودہ تکلف اور متکبرانہ لباس سے پرہیز کرتے، رات کا بڑا حصہ عبادت میں گذرتا، کبھی کبھی ایک ہی رکعت میں تمام قرآن ختم کر دیتے، عموماً تیسرے روز روزہ رکھتے، جس سال آپ محصور ہو گئے اس کے سوا آپ نے ہر سال حج کیا۔

مدینہ میں یہودیوں کے ایک کنوئیں کا نام بیر رومہ تھا، آپ نے بیس ہزار درہم میں اسے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا، کیونکہ انھیں پانی کی بہت تکلیف تھی، ۲۶ہجری میں کعبہ کے گرد وپیش کے مکانات خرید کر مسجد حرام کی توسیع کی، اسی طرح ۲۹ھ ہجری میں مسجد نبویؐ میں اضافہ کیا، اس کی چونے اور پتھر سے تعمیر کی، رمضان میں مدینہ کے تمام رہنے والوں کو کھانا کھلاتے تھے۔

صبر

آپ غیر معمولی تحمل و بردباری کے مالک تھے، محاصرہ کے ایام میں مہاجرین وانصار نے بارہا درخواست کی، آپ کے غلاموں نے سرفروشی کی اجازت مانگی

مگر آپ نے اپنی ذات کے لئے کسی مسلمان کا خون بہانا پسند نہ کیا۔
آپ کی حیا تو ضرب المثل بن گئی ہے، حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں، کہ حضرت عثمان رضؓ تنہائی اور بند کمرے میں بھی کبھی برہنہ نہیں ہوتے تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی حیا کا لحاظ رکھتے تھے، ایک مرتبہ آپ صحابہ کے ساتھ بے تکلف تشریف رکھتے تھے، زانوئے مبارک کا کچھ حصہ کھلا تھا کہ حضرت عثمان رضؓ کے آنے کی خبر ملی، آپ فوراً سنبھل کر بیٹھ گئے، اور زانوئے مبارک پر کپڑا برابر کر لیا۔

طرز حکومت

ابتدا میں آپ کا طرز حکومت وہی تھا جو حضرت عمر رضؓ نے قائم کیا تھا، بعد کو بنو امیہ نے غلبہ حاصل کر کے اس نظام کو ایک حد تک درہم برہم کر دیا، آپ تمام عمال سے مشورہ لیا کرتے تھے، اور بعض اوقات حکام کو مدینہ میں بلا کر ان سے رائے لیتے، اپنے والیوں پر ان کی نگرانی بہت سخت تھی، حضرت ابو موسیٰ اشعری کے امیرانہ ٹھاٹھ ان کی معزولی کا سبب بنے، اور حضرت سعد کو اس لئے الگ کر دیا کہ وہ بیت المال کا قرض ادا نہ کر سکے۔
حضرت عثمان کی عادت تھی کہ جمعہ کا خطبہ شروع کرنے سے پہلے لوگوں سے اطراف و اکناف ملک کے حالات پوچھتے، حج پر لوگوں کی شکایات سن کر ان کا تدارک فرماتے، آپ کے حسن انتظام کا نتیجہ یہ تھا کہ مصر کا خراج چالیس لاکھ تک پہنچ گیا تھا، یعنی عہد فاروقی کے اعتبار سے پورا دگنا۔

اذان اور قرآن

مدینہ شہر کی آبادی مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے بہت وسیع ہوگئی تو جمعہ کے روز ایک اذان کافی نہ ہوتی تھی، اس لئے آپ نے ایک اور موذن مقرر کیا کہ مقام زوراء میں دوسری اذان دیا کرے۔

آپ کی سب سے بڑی مذہبی خدمت قرآن کریم کو اختلاف سے بچانا ہے، اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب شام، مصر، عراق، اور دوسرے علاقوں کی فوجیں آرمینیہ اور آذربائجان کی فتح میں مصروف تھیں تو حضرت حذیفہ بن یمان نے دیکھا کہ ہر ایک کی قرارت دوسرے سے جدا ہے، اور ہر ایک اپنے آپ کو ہی درست سمجھتا ہے، واپس آکر حضرت حذیفہ رضؓ نے یہ تمام واقعہ حضرت عثمان رضؓ کے گوش گذار کیا تو آپ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضؓ سے عہد صدیقی کا ترتیب دیا ہوا نسخہ لیا، اور حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر اور سعید بن العاص کو نقل پر مامور کیا اس کی اشاعت تمام ممالک اسلام میں کی، اس کے علاوہ اور جو مختلف لوگوں نے اپنے اپنے واسطے مصاحف تیار کئے تھے ان سب کو جمع کر کے معدوم کر دیا۔
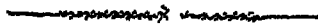
حضرت علی رضی اللہ عنہ

خونِ ناحق

بے نظیر ایثار

آپ کا نام علی رضؓ، کنیت ابو تراب، اور ابوالحسن، لقب حیدر، اور خطاب امیرالمومنین تھا، آپ کے والد کا نام ابوطالب، اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، ہجرت سے اکیس سال پیشتر آپ کی ولادت ہوئی۔

ابوطالب کثیر العیال تھے، اور تنگی کی وجہ سے انھیں پریشانی تھی، اس لئے آں حضرت کے مشورے سے حضرت عباس رضؓ نے جعفر کو، اور آپ نے حضرت علی رضؓ کو اپنی پرورش میں لے لیا، جب ان کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو اللہ نے اپنے رسول کو خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا، ایک دفعہ انھوں نے رسول اللہ اور خدیجۃ الکبریٰ کو نماز پڑھتے دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا، میں اللہ کا نبی ہوں، اور تم کفر و شرک چھوڑ کر توحید قبول کر لو، چنانچہ بچوں میں آپ ہی سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔

اب آپ نے برابر آں حضرت ہی کے پاس رہنا شروع کیا، اور عبادت

میں بھی شریک ہونے لگے، جب اللہ نے رسول اللہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو ڈرائیں تو آپ نے سب خاندان والوں کو بلایا، اس دعوت کا انتظام حضرت علی رضؓ ہی نے کیا تھا، کھانے کے بعد آں حضرت نے ان کو راہ راست کی طرف بلانے کی کوشش کی، مگر سوائے حضرت علی رضؓ کے کسی نے بھی آپ کی بات نہ سُنی۔

جب رسول اللہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضؓ کو اپنی جگہ پر سُلا دیا، آپ عدیم المثال جرأت اور بے نظیر شجاعت کے ساتھ سو گئے، اس ایثار و فدویت اور جاں نثاری و جاں سپاری کی مثال تاریخ میں بہت کم ملے گی ، رسُول اللہ کے بعد آپ دو تین روز تک مکہ میں ٹھیرے، جن لوگوں سے رسول اللہ کا لین دین تھا، اُن سے فراغت حاصل کی، تمام امانتیں دے دینے کے بعد مدینہ کو روانہ ہو گئے، اور حضرت ابو ایوب انصاری کے مہمان ہوئے کیونکہ رسول اللہ نے آپ کو اپنا بھائی بنا لیا، مسجد نبویؐ کی تعمیر میں آپ شریک تھے، اور اینٹ اور گارا لا کر دیتے تھے۔

غزوات

رسُول اللہ جب تین سو تیرہ جاں نثاروں کے ساتھ میدان بدر کو جا رہے تھے تو آپ کے آگے آگے دو سیاہ علم تھے، ان میں سے ایک حضرت علی رضؓ کے ہاتھ میں تھا، اس لڑائی میں آپ نے جاں بازی کے جوہر دکھائے، ولید کو قتل کیا آپ کو مال غنیمت میں سے ایک زرہ، ایک اونٹ، اور ایک تلوار ملی۔

۲ھ ہجری میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں،

دس گیارہ ماہ کے بعد رخصتی ہوئی تو حارثہ بن نعمان کا گھر کرایہ پر لے کر سیدۃ النسا کو لے آئے، سسرال سے آپ کو ایک پلنگ، ایک بستر، ایک چادر، دو چکیاں، اور ایک مشکیزہ ملا، ماہ شوال ۳ھ ہجری میں معرکہ احد پیش آیا، مسلمانوں کی فتح جب شکست سے تبدیل ہو گئی تو حضرت علیؓ نے علم اپنے ہاتھ میں لیا، اور مشرکین کے علم بردار ابو سعد بن ابی طلحہ پر اس زور سے حملہ کیا کہ وہ فرش خاک پر تڑپنے لگا، آں حضرت زخمی ہو گئے تو حضرت فاطمہؓ زخم دھوتی تھیں، اور حضرت علیؓ ڈھال سے پانی زخم پر ڈالتے تھے، جب خون بند نہ ہوا تو حضرت فاطمہؓ نے چٹائی جلا کر راکھ سے زخم بند کر دیا۔

۴ھ ہجری میں بنو نضیر پر حملہ ہوا، اس میں بھی علم آپ کے پاس تھا، غزوہ خندق میں آپ نے مشرکین کے سردار عمرو بن عبدودؔ کو جہنم واصل کیا، بنو قریظہ کی لڑائی میں آپ ہی علم بردار تھے، آپ نے ان کے قلعہ پر قبضہ کر کے نماز عصر اس کے صحن میں ادا کی، ۶ھ ہجری میں بنو سعد کے لوگ یہود خیبر کی مدد کے لئے جمع ہو رہے تھے، حضرت علیؓ نے ایک سو سواروں کے ساتھ حملہ کر کے انھیں منتشر کر دیا، اور مال غنیمت میں پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں اپنے ساتھ لائے۔

حدیبیہ کے میدان میں جب بیعت الرضوان ہوئی تو آپ بھی اس میں شریک تھے، اور جب مشرکین نے صلح پر آمادگی ظاہر کی تو آپ نے صلح نامہ کی عبارت محمد رسول اللہؐ سے شروع کی، سفیر قریش نے لفظ رسول پر اعتراض کیا تو آں حضرت نے ان سے فرمایا کہ اسے کاٹ دو، مگر ان کی غیرت دینی کب اس توہین کو

برداشت کر سکتی تھی، انکار کر دیا، آخر رسول اللہ نے خود ہی ان الفاظ کو اپنے دست مبارک سے مٹا دیا۔

۷ھ ہجری میں جنگ خیبر پیش آئی، جب کبار صحابہ نے باری باری قلعے کو فتح کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ رسول اللہ نے حضرت علی کو بلا کر علم عطا فرمایا۔ حضرت علیؓ ان دنوں آشوب چشم میں مبتلا تھے، آں حضرتؐ نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھوں پر لگا دیا، اور یہ بالکل اچھے ہو گئے، انھوں نے علم ہاتھ میں لیتے ہی یہودیوں کے مشہور سردار مرحب کو قتل کیا، اور ایک ہی حملہ میں خیبر فتح کر لیا۔

فتح مکہ

جب ۸ھ ہجری میں آں حضرت نے مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا تو حضرت علیؓ آپ کے حکم سے روضۂ خاخ تک گئے، اور ایک عورت سے وہ خط لے لیا جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ کے نام بھیجا تھا، اب دس ہزار صحابہ کے ساتھ رسول اکرمؐ روانہ ہوئے تو حضرت سعد بن عبادہ علم بردار یہ پڑھتے جاتے تھے کہ آج کی ہول ناک جنگ میں حرم کے اندر خوں ریزی جائز ہوگی، آں حضرت نے سنا تو ناراض ہوئے، اور ان سے علم لے کر حضرت علی کو عنایت فرمایا جو خوں ریزی کے بغیر ہی مکہ میں داخل ہو گئے۔

جنگ حنین میں بھی آپ نے ثبات واستقامت کا ثبوت دیا، جب ۹ھ ہجری میں رسول مقبول جنگ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کو

اہل بیت کی حفاظت پر مدینہ ہی میں مامور فرما گئے، اور ان کے اطمینان کی خاطر آپ نے ارشاد کیا کہ میرے نزدیک تمہارا وہ مرتبہ ہے جو ہارون کا موسیٰ کے نزدیک تھا،

غزوۂ تبوک سے واپسی پر حضرت ابوبکرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا گیا تو اسی دوران میں سورۂ براۃ کا نزول ہوا، اس لئے ان کی امداد کے لئے حضرت علیؓ روانہ کئے گئے کہ مکہ میں جا کر اس سورت کا اعلان عام کر دیں، یمن میں اشاعت اسلام پر حضرت خالد بن الولیدؓ مامور تھے مگر چھ ماہ صرف کرنے کے باوجود انھیں کامیابی نہ ہوئی تو آں حضرت نے سنہ ہجری میں حضرت علیؓ کو بھیجا، آپ نے چند روز کے اندر قبیلہ ہمدان کو مسلمان کر لیا، حجۃ الوداع میں بھی آپ شریک تھے۔

جب رسول کریمؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ ہمہ تن ان کی تیمارداری میں مصروف ہو گئے، ایک روز کسی نے ان سے پوچھا کہ آں حضرت کا مزاج کیسا ہے، انھوں نے جواب دیا، اچھا ہے، حضرت عباسؓ نے فرمایا، میں موت کے وقت خاندان عبدالمطلب کے چہرے پہچانتا ہوں، چلو ہم آپ سے اپنی خلافت کے لئے کہیں، حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اگر آپ نے انکار کر دیا تو پھر تمام امیدیں ختم ہو جائیں گی۔

غرض جب آپ کی وفات ہو گئی تو آپ تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے، فراغت کے بعد حضرت فاطمہ کو جو سوگوار دیکھا تو خود بھی خانہ نشین ہو گئے، اور قرآن جمع کرنا شروع کر دیا، جب خاتونِ جنت کا انتقال ہو گیا تو آپ نے

حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

رکن مشورہ

شیخین کے زمانۂ خلافت میں آپ برابر ان کے مشیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے، حضرت عمرؓ جب بیت المقدس تشریف لے گئے تو وہ آپ ہی کو اپنا جانشین مقرر کر گئے تھے، حضرت عمرؓ نے آپ کی ایک صاحبزادی سے بھی نکاح کیا تھا۔

حضرت عثمان کا زمانہ آیا تو انھیں بھی مخلصانہ مشورہ دیتے رہے، مصری وفد آپ ہی کی سعی و کوشش سے واپس ہوا تھا، جب آپ کو معلوم ہوا کہ مفسدین نے دارالخلافت کا محاصرہ کر لیا ہے تو آپ خود تشریف لے گئے، مگر باغیوں نے آپ کی ایک نہ سنی، آپ غصہ میں اپنا عمامہ پھینک کر واپس آ گئے، اور جب آپ کو حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کی خبر ملی تو آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا، اے اللہ میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں، پھر غصہ میں امام حسن اور حسین علیہم السلام کو طمانچہ مارا کہ تمھاری موجودگی میں یہ کیسے ہو گیا۔

خلافت

از ۲۱ر ذی الحجہ ۳۵ھ تا ۱۷ر رمضان المبارک ۴۰ھ

خانہ جنگی

انتخاب

حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے بعد تین دن تک شہر پر باغیوں کی حکومت تھی، اکثر بزرگانِ امت مدینہ سے باہر دوسرے مقامات میں تھے، مفسدین کی نظر میں خلافت کا مستحق حضرت علی رضؓ سے بڑھ کر اور کوئی نہ تھا، اس لئے آپ سے درخواست کی گئی کہ آپ اس بارِ عظیم کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیں، مگر آپ نے صاف انکار کر دیا، مہاجرین و انصار نے آپ کو مجبور کیا تو آپ اس کے لیئے آمادہ ہو گئے، چنانچہ ۲۱ر ذی الحجہ کو دوشنبہ کے دن مسجد نبوی میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

جس قدر جلیل الشان صحابہ کرام اس وقت مدینہ میں موجود تھے، وہ بھی اس بیعت میں شریک ہو گئے، جو لوگ اس سے بچنا چاہتے تھے، وہ شام چلے گئے، بیعت کے بعد آپ نے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا، جس میں حکمت و دانائی کے موتی بکھیر دیئے، تقوے کی طرف توجہ دلائی، اور ہر شخص کی ذمہ داری

بتائی، اب صحابہ کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور آپ سے درخواست کی کہ آپ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیں مگر چاروں طرف مفسدین کا غلبہ تھا، شہادت ملنے کی کوئی صورت نہ تھی، خود حضرت نائلہ نے بیان کیا کہ محمد بن ابی بکر قتل میں شریک نہ تھے، اور دوسرے حملہ آوروں کو وہ شناخت نہیں کرسکیں، اس لئے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ملک میں ذرا سکون ہوجائے تو میں اس مقدمہ کو ہاتھ میں لوں۔

عمال عثمانی کا عزل

حضرت علیؓ کو خیال ہوا کہ موجودہ امرائے مملکت میں حکومت کرنے کی قابلیت موجود نہیں، اس لئے آپ نے انھیں معزول کرنے کا فیصلہ کرلیا، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ بن عباس نے انھیں اس سے روکنے کی کوشش کی، مگر وہ طے کرچکے تھے، اس لئے تمام عمال عثمانی کی معزولی کا فرمان جاری کرکے عثمان بن حنیف کو بصرہ، عمارہ بن شہاب کو کوفہ، عبیداللہ بن عباس کو یمن، قیس بن سعد بن عبادہ کو مصر اور سہل بن حنیف کو شام کی امارت کا پروانہ دے کر روانہ کردیا۔

سہل تبوک کے قریب پہنچے تو شاہی سواروں نے انھیں مدینہ واپس جانے پر مجبور کیا، قیس بن سعد مصر پہنچے تو وہاں کے لوگ تین جماعت میں منقسم ہوگئے، عبداللہ بن عامر والی بصرہ حج کو گئے تھے، عثمان بن حنیف کے پہنچنے پر یہاں بھی تین گروہ بن گئے، زبالہ کے مقام پر طلحہ بن خویلد اسدی کی ملاقات عمارہ سے ہوگئی، طلحہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے آرہے تھے،

انھوں نے عمارہ سے کہا کہ واپس جاؤ، ورنہ ہم تمھاری گردن اڑا دیں گے۔ یمن میں جب عبیداللہ بن عباس کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو یعلی بن منیہ خراج کی تمام رقم لے کر مدینہ کو چل دیئے۔

ان واقعات کی اطلاع جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہوئی تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ خلافت میں کس قسم کے جھگڑے اٹھنے والے ہیں۔

قصاص کی تیاری

حضرت علی رضؓ نے امیر معاویہ والی شام کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ انھیں بیعت کی دعوت دے، مگر انھوں نے کوئی جواب نہ دیا، اور تین ماہ کے بعد اپنا قاصد مدینہ بھیجا، جس نے دربار خلافت میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ شام میں ساٹھ ہزار آدمیوں کو عثمان رضؓ کی خون آلود قمیص پر آنسو بہاتے چھوڑ آیا ہوں، جب تک وہ اس خون کا بدلہ نہ لیں گے، ان کی تلواریں نیام میں نہ جائیں گی۔

معاملہ چل رہا تھا جو خبر ملی کہ حضرت عائشہ رضؓ، طلحہ اور زبیر بصرہ کے قریب پہنچ گئے ہیں، اور ان کے ساتھ عبداللہ بن عامر حضرمی والی مکہ، مروان بن حکم، سعید بن العاص، اور بنو امیہ کے دوسرے لوگ بھی ہیں، اس قافلہ کے سردار اور نماز کے امام حضرت عبدالرحمٰن بن عتاب بن اُسید تھے۔

حضرت علی رضؓ نے یہ سن کر عراق کا ارادہ کیا کہ مخالفین سے پہلے پہنچ کر بیت المال پر قبضہ کر لیں، یہ سن کر انصار کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس کی طرف سے حضرت عقبہ بن عامر بدری نے آپ سے درخواست کی کہ آپ مرکز کو نہ چھوڑیں، جس طرح کہ حضرت عمر یہاں سے باہر تشریف

نہیں لے گئے، ہم پروانہ وار جاں نثار کرنے کو تیار ہیں مگر آپ نہ مانے، اور چند محتاط صحابہ کے سوا تمام اہل مدینہ کو لے کر روانہ ہو گئے، مگر جب مقام ذی قار میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ تقریباً تمام اہل بصرہ نے حضرت طلحہ اور زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے، یہاں سے آپ نے حضرت امام حسن اور عمار بن یاسر کو کوفہ بھیجا، انھوں نے وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری والی کوفہ مسجد میں ایک عظیم الشان اجتماع کے سامنے تقریر کر رہے ہیں۔ اور لوگوں کو ہتھیار بے کار کرنے اور عزلت نشین ہونے کی دعوت دے رہے ہیں، حضرت امام حسن رضؓ نے مسجد میں داخل ہوتے ہی ان کو اسی وقت نکل جانے کا حکم دیا، اس کے بعد انھوں نے اور کوفہ کے ایک ذی اثر بزرگ حجر بن عدی کندی نے بڑی اثر انگیز تقریریں کیں، اور دوسرے روز ساڑھے نو ہزار سپاہی لے کر حضرت علی رضؓ کے پاس پہنچ گئے۔

گفتگوئے صلح

حضرت علی رضؓ نے اپنی فوج کو نئے سرے سے مرتب کیا، اور بصرہ کی طرف روانہ ہوئے، وہاں اس وقت تین قسم کے لوگ تھے۔

۱۔ غیر جانب دار

۲۔ حضرت علی رضؓ کے مددگار۔

۳۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ وغیرہ کے طرف دار۔

پہلی جماعت کی کوشش یہ تھی کہ آپس میں صلح ہو جائے، خود حضرت علی رضؓ اور حضرت عائشہ رضؓ کی بھی خواہش تھی، صلح کے آثار بالکل نمایاں تھے

حضرت علیؓ کی فوج میں سبائی انجمن کے ارکان اور حضرت عثمانؓ کے قاتل موجود تھے، انھوں نے خیال کیا کہ اگر صلح ہوگئی تو ان کی خیر نہیں، اس لئے انھوں نے حضرت عائشہؓ کی فوج پر شب خون مارا، رات کی تاریکی میں ہر فریق یہی سمجھتا تھا کہ مخالف جماعت نے دھوکا دے کر ان پر حملہ کر دیا ہے، اب آپس میں لڑائی شروع ہوگئی، حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ نے بہتیری کوشش کی یہ فتنہ دب جائے مگر وہ ناکام رہے۔

جنگ جمل

لڑائی شروع ہوئی تو حضرت علیؓ تنہا گھوڑے پر سوار میدان میں آئے، اور حضرت زبیر کو بلا کر کہا کہ کیا تمھیں یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا تھا کہ ایک روز تم ناحق علیؓ سے لڑوگے، حضرت زبیر نے کہا، ہاں اب مجھے یاد آیا، حضرت زبیرؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا، میں اس جنگ سے منہ موڑتا ہوں، اور مدینہ کی طرف چل کھڑے ہوئے، عمرو بن جرموز یہ دیکھ کر ان کے پیچھے ہولیا، اور جب وہ وادی سبا میں پہنچے تو انھیں تیر سے ہلاک کر دیا۔

حضرت طلحہؓ نے دیکھا کہ جنگ سے حضرت زبیرؓ واپس لوٹ رہے ہیں تو ان کے ارادے میں تزلزل پیدا ہوگیا، مروان بن حکم کو معلوم ہوا کہ حضرت طلحہؓ جانا چاہتے ہیں تو اس نے زہر میں بجھا ہوا تیر ایسا تاک کر مارا کہ اس نے ان کا کام تمام کر دیا۔

حضرت عائشہؓ زرہ پوش ہودج میں بیٹھی تھیں، بنو ضبہ آپ کی حفاظت

میں جانیں قربان کر رہے تھے، اور عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ میں اونٹ کی نکیل تھی، سبائی ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ کو گرفتار کرنے کے خواہاں تھے مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا، حضرت علی رضؓ نے خیال کیا کہ جب تک یہ اونٹ نہ بٹھایا جائے گا، جنگ نہیں رک سکتی، اس لئے آپ کے اشارہ سے ایک شخص نے پیچھے سے جا کر اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری، اور وہ بیٹھ گیا حضرت علی رضؓ نے اسی وقت محمد بن ابی بکر کو بھیجا کہ اپنی بہن کی خبر گیری کریں،

اس لڑائی میں طرفین کے دس ہزار آدمی مارے گئے، حضرت علی مقتولین کے دفن سے فارغ ہو کر حضرت عائشہ رضؓ کے پاس گئے، ان کی مزاج پرسی کی، بصرہ میں چند دن رکھنے کے بعد انھیں یکم رجب ۳۶ھ ہجری کو مدینہ روانہ کر دیا، اور چند میل تک ان کے ساتھ گئے، ایک منزل تک حضرت امام حسن رضؓ اور امام حسین رضؓ ہم راہ تھے، اور مدینہ تک محمد بن ابی بکر ساتھ تھے، روانگی کے وقت حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ ہماری باہمی کشمکش محض غلط فہمی کا نتیجہ تھی، ہم میں کوئی عداوت اور رنجش نہیں ہے، میں علی رضؓ کو بہترین آدمیوں میں سے سمجھتی ہوں، حضرت علی رضؓ نے کہا، ام المومنین نے سچ فرمایا، ہم میں کوئی دشمنی نہیں ہے، آپ آں حضرت کی حرم محترم اور ہماری ماں ہیں، آپ کا رتبہ بہت بڑا ہے۔

دارالخلافت کی تبدیلی

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضؓ کے فتنۂ قتل سے حرم نبوی کی سخت توہین ہوئی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ علمی و مذہبی مرکز کو سیاسی مرکز سے الگ کر دیا جائے، علاوہ ازیں کوفہ میں آپ کے طرف دارں

کی تعداد سب سے زیادہ تھی، اس بنا پر حضرت علی رضؓ نے فیصلہ کر لیا کہ مدینہ کو مستقل طور پر چھوڑ کر کوفہ کو اپنا دار الحکومت بنا لیں، چنانچہ ۱۲ رجب ۳۶ھ کو دوشنبہ کے دن آپ کوفہ میں داخل ہوئے، میدان میں ٹھہرے، اور جمعہ کے روز نہایت سبق آموز و ولولہ انگیز تقریر کی۔

مستقل سکونت کے بعد اب آپ نے اپنی عنان توجہ انتظام ملکی کی طرف پھیری۔

امارت کی خواہش

حضرت علی رضؓ نے امیر معاویہ کی طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھایا، اور حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کو خط دے کر شام کی طرف روانہ کیا، اس خط کا مضمون یہ تھا کہ مہاجرین و انصار نے مجھے اتفاق عام سے اپنا خلیفہ چن لیا ہے، جیسے انھوں نے ابوبکر رضؓ، عمر رضؓ، عثمان رضؓ کو منتخب کیا تھا، اس لئے تم بھی ان بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر میری بیعت کرو، ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، اگر تمھیں قاتلین عثمان رضؓ سے انتقام لینا ہے تو میری اطاعت کرو، اور باقاعدہ میری عدالت میں مقدمہ لاؤ، میں کتاب و سنت کے مطابق اس کا فیصلہ کر دوں گا، ورنہ میں سمجھوں گا کہ دھوکے سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہو۔

حضرت امیر معاویہ ایک مدت سے شام پر حکومت کرتے چلے آرہے تھے، اپنے سیاسی تدبر، حلم اور بردباری سے وہاں کے رہنے والوں پر انھیں پورا قابو تھا، اور اب ان کے دل میں خود مختاری کی تمنا پیدا ہو گئی تھی، اور اس

مقصد میں انھیں حسب ذیل اسباب کی بنار پر اور زیادہ تقویت حاصل ہوگئی۔

بنو ہاشم اور بنو امیہ کی پرانی رقابت پھر زندہ ہوگئی تھی،

حضرت علی رضؓ نے تمام عمال عثمانی کو معزول کر دیا تو وہ ان کے گرد و پیش جمع ہوگئے تھے۔

بہت سے عرب قبائل صرف ان کی داد و دہش کی وجہ سے ان کے طرف دار ہوگئے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص نے مصر کی ولایت کا عہدہ لے کر ان کی مدد کا وعدہ کیا تھا۔

عرب کے سب سے بڑے سیاسی مدبر مغیرہ بن شعبہ بعض اسباب کی بنار پر حضرت علی رضؓ سے ناراض ہوکر ان کے پاس چلے آئے۔

عبیداللہ بن عمر نے ہرمزان کو قتل کیا تھا، حضرت عثمان نے ان سے قصاص نہیں لیا تھا، وہ بھاگ کر ان کے پاس چلے گئے کہ شاید حضرت علی رضؓ ان سے قصاص طلب کریں۔

حضرت عثمان رضؓ کے قتل کو ہر جگہ نمایاں کیا گیا، ان کا خون آلود کرتہ اور حضرت نائلہ کی انگلیاں ہر گاؤں اور قصبہ میں دکھائی گئیں۔

جب حضرت علی رضؓ کا انھیں خط ملا تو ان اسباب کی بنا پر انھوں نے یہ جواب دیا کہ ہم آپ کی بیعت سے انکار کرتے ہیں، آپ یا تو خلیفہ مظلوم کے قتل میں شریک ہیں، یا ان کے قاتلوں کے حامی و مددگار ہیں۔

جنگ صفین

حضرت جریر نے واپس آکر حضرت علیؓ سے شام کی کیفیت بیان کی تو وہ اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے، اور مقام نخیلہ میں مقیم ہوگئے، اُدھر یہ خبر سُن کر امیر معاویہ بھی شامی فوجوں کے ساتھ چل پڑے، دریائے فرات کو عبور کر کے حضرت علیؓ سرحد شام میں داخل ہوئے تو شامی فوجوں کے مقدمۃ الجیش نے انھیں روکا، اس کے سردار ابو الاسوار سلمی نے جب دیکھا کہ وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو امیر معاویہ کو اس فوج کے آنے کی خبر دے کر خود میدان صفین کو مدافعت کے لئے منتخب کر لیا، جب حضرت علیؓ کی فوج یہاں پہنچی تو انھیں دریائے فرات کا پانی لینے سے روکا، مگر پیاسے کب تک صبر کر سکتے تھے، لڑے، اور گھاٹ پر قابض ہوگئے، حضرت علیؓ کی طبعی سخاوت نے دشمن کی فوج کو بھی پانی سے محروم نہ رکھا، اس کی وجہ سے دونوں فوجوں میں میل جول ہوگیا، اور امید بندھ چلی کہ اب صلح ہو جائے گی، چنانچہ اتمام حجت کے لئے حضرت علیؓ نے چند لوگوں کو امیر معاویہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ بے گناہ مسلمانوں کا خون نہ بہائیں، اور ان میں تفریق نہ پیدا کریں۔

یہ سفارت ناکام واپس آئی، مگر باوجود اس کے جنگ شروع نہ ہوئی، اس لئے کہ دونوں جانب ایسے لوگ تھے جو دل سے اس خون ریزی کو ناپسند کرتے تھے، آخر جمادی الثانی کے شروع میں لڑائی کی ابتدا ہوئی، مگر وہ بھی اس طرح کہ دونوں طرف سے تھوڑی تھوڑی فوج نکلتی، اور خون بہانے کے بغیر واپس چلی جاتی، محرم کا چاند نکلتے ہی لڑائی رُک گئی، حضرت ابو درداء

اور حضرت امامہ باہلی پہلے امیر معاویہ سے اور پھر حضرت علی رضؓ سے ملے، اور جب دیکھا کہ جنگ ناگزیر ہے تو لشکر گاہ کو چھوڑ کر چل دیئے۔

محرم ۳۷ھ ہجری کے گذرتے ہی حضرت علی رضؓ نے عام حملہ کا حکم دے دیا، آپ کی فوج نے اس زور سے حملہ کیا کہ شامی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے حضرت علی رضؓ نے امیر معاویہ کو مقابلہ کے لئے پکارا تو عمرو بن العاص آگے بڑھے، دونوں میں بہت سخت مقابلہ ہوا، آخر بڑی مشکل سے عمرو بن العاص جان بچا کر واپس گئے۔

اسی طرح کئی روز تک فوجوں کا مقابلہ ہوتا رہا، جمعہ کے روز اس شدت کی جنگ ہوئی کہ قادسیہ کی طرح رات بھر اس کا سلسلہ جاری رہا، اب امیر معاویہ اور عمرو بن العاص کو معلوم ہو گیا کہ حیدر کرار کی فوج سے مقابلہ کرنا غیر ممکن ہے، اس لڑائی میں حضرت عمار بن یاسر بھی شہید ہو گئے، امیر معاویہ نے حالات سے مجبور ہو کر حضرت علی رضؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ جنگ خواہ مخواہ طول پکڑ رہی ہے، بہتر یہ ہے کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے، مگر صلح ایسی ہونی چاہئے کہ دونوں کی عزت و مرتبت قائم و برقرار رہے۔

حضرت علی رضؓ نے اب مصالحت کا ہاتھ بڑھانے سے انکار کر دیا۔ اور دوسرے روز زرہ بکتر سے آراستہ فوجوں کے ساتھ میدان میں آ گئے، صبح کو شامی فوج بھی سامنے آ گئی، مگر اس شان سے کہ آگے آگے دمشق کا مصحف اعظم پانچ نیزوں پر بندھا ہوا تھا، جسے پانچ آدمی اٹھائے ہوئے تھے، اس کے علاوہ جس جس کے پاس قرآن تھا، اس نے اپنے نیزے پر اس کو باندھ لیا تھا۔

اب عام حملہ شروع ہو گیا، زرعہ بن مسعر نے آگے بڑھ کر کہا کہ دیکھو، یہ اللہ کی کتاب ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے، اگر عراقی مٹ گئے تو مشرقی سرحدوں کی کون حفاظت کرے گا، اور شامی فنا ہو گئے تو مغربی حملوں کی مدافعت کے لئے کوئی باقی نہ ہو گا۔

باہمی اختلاف

عراقیوں نے قرآن دیکھتے ہی لڑائی سے ہاتھ روک لیا، اور کہا کہ ہمیں کتاب اللہ کا فیصلہ بسروچشم قبول ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم حق پر ہو، تمہاری فتح و کامرانی کا وقت بالکل قریب ہے، میں ان لوگوں کو خوب جانتا ہوں، جب شامیوں کی ناکامی دیکھی تو یہ چال چلے، اس میں فریب کے سوا کچھ نہیں، مگر باوجود اس سحر بیانی کے ایک جماعت اپنی ضد پر قائم رہی، اور اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ اگر قرآن درمیان میں آجانے کے بعد بھی جنگ ختم نہ ہوئی تو ہم خود آپ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیں گے۔

حضرت علیؓ نے مجبور ہو کر اپنی فوجوں کو واپسی کا حکم دیا، اشتر نخعی بہت دور تک شامیوں کو ڈھکیلتے چلے گئے تھے، انھیں جب واپسی کا حکم ملا تو بہت برہم ہوئے آخر بڑی مشکل سے واپس لوٹے، اور آتے ہی مسعر بن فدکی اور ابن الکوا سے ان کی نہایت تلخ گفتگو ہوئی، قریب تھا کہ آپس میں تلوار چل جائے حضرت علیؓ نے بیچ بچاؤ کر کے اس جھگڑے کو رفع دفع کر دیا۔

پنچوں کا انتخاب

لڑائی ختم ہو گئی تو حضرت علیؓ نے اشعث بن قیس کو بھیجا کہ امیر معاویہ سے

دریافت کریں کہ ان کی غرض کیا ہے، انھوں نے کہا کہ خلافت کا مسئلہ دو حکموں کے سپرد کر دیا جائے، دونوں کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں، فیصلہ آخری اور قطعی ہو، ہر ایک اسے تسلیم کرے، اشعث نے اس تجویز کو پسند کیا، اور واپس آکر حضرت علیؓ سے اس کا تذکرہ کیا، تمام عراقیوں نے اس تجویز پر لبیک کہا،

اس فیصلہ کے مطابق شامیوں نے متفقہ طور پر حضرت عمرو بن العاص کو اپنی طرف سے حکم منتخب کر لیا، مگر عراقی آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے، اشعث بن قیس اور دوسرے امرائے عراق نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کا نام تجویز کیا لیکن حضرت علیؓ نے ان کی جگہ پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو پیش کیا، اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ ابو موسیٰ اشعری کی رائے ان کی خلاف ہے، اور اس نام پر اصرار کیا، عراقیوں نے کہا کہ عبداللہ بن عباس اور آپ تو ایک ہی ہیں، حکم تو غیر جانب دار ہونا چاہیئے، اس پر آپ نے اشتر نخعی کا نام لیا، اشعث نے کہا کہ یہ تمام آگ اسی کی لگائی ہوئی ہے، آخر حضرت علیؓ کو مجبوراً حضرت ابو موسیٰ اشعری کے انتخاب کو پسند کرنا پڑا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری لڑائی سے کنارہ کش ہو کر شام کے ایک گاؤں میں گوشہ نشین ہو گئے تھے، انھیں وہاں سے بلوایا گیا، چہار شنبہ کے دن ۱۳ صفر ۳۷ھ کو قرار پایا کہ علیؓ اور معاویہ باہمی رضا مندی سے یہ عہد کرتے ہیں کہ دونوں پنچ کتاب وسنت کے مطابق جو فیصلہ کریں گے وہ بسر وچشم قبول ہوگا، دونوں حکم صرف کتاب اور سنت کو پیش نظر رکھیں گے، فریقین آزادی کے ساتھ ہر جگہ آنے جانے کے مجاز ہوں گے، فیصلہ رمضان المبارک میں ہوگا، لیکن

اگر پنچوں کو ضرورت محسوس ہو تو وہ اس مدت میں اضافہ کر سکتے ہیں، فیصلہ کا مقام عراق اور شام کے درمیان رہے گا، اس طرح یہ تباہ کن جنگ ختم ہوئی، جس میں نوے ہزار مسلمان قتل ہو گئے تھے۔

فتنۂ خوارج

اشعث بن قیس اس خدمت پر مامور ہوئے کہ وہ اس معاہدہ کا اعلان تمام قبائل میں کر دیں، جب وہ اعلان کرتے کرتے آگے بڑھے تو بنو مراد، بنو راسب اور بنو تمیم نے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، عروہ بن ادیہ سردار بنی تمیم نے کہا کہ تم اللہ کے دین میں انسانوں کا فیصلہ قبول کرتے ہو، اور تلوار لے کر اشعث پر حملہ کیا، اسی طرح بہت سے لوگوں نے خود آکر حضرت علیؓ کے سامنے اس معاہدہ سے اپنی بیزاری کا اعلان کیا، محرز بن جنیس نے کہا کہ آپ اس ثالثی نامہ سے رجوع کیجئے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کا انجام برا نہ ہو۔

عراقی جب کوفہ سے نکلے تو ایک تھے، مگر جب صفین سے واپس لوٹے تو وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے، جب یہ تمام فوج آپس میں لڑتی اور بدزبانی کرتی ہوئی کوفہ کے قریب پہنچی تو بارہ ہزار آدمی فوج سے الگ ہو کر مقام حروراء میں مقیم ہو گئے، اور شبیث ابن ربعی کو اپنا امیر بنایا جو حضرت علیؓ کی طرف سے امیر معاویہ کے پاس سفیر بن کر گیا تھا۔

ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس بھیجے گئے، مگر جب انھیں ناکامی ہوئی تو خود حضرت علی بھی تشریف لے آئے، خوارج

سے مناظرہ ہوا، اور بحث و تمحیص کے بعد اُنھیں راضی کر کے کوفہ لے آئے، یہاں پر یہ مشہور کیا گیا کہ ان لوگوں کو خوش کرنے کے لئے حضرت علیؓ نے تحکیم کو کفر تسلیم کر کے اس سے توبہ کی ہے، آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے نہایت جوش انگیز خطبہ کے دوران میں فرمایا کہ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے جنگ کو ملتوی کیا ہے، اور اب یہی لوگ عہد توڑ کر جنگ کرانے کی فکر میں ہیں، خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

تحکیم کا نتیجہ

حضرت علیؓ اور امیر معاویہ نے متفقہ طور پر دومتہ الجندل کو مقام اجلاس پسند کیا تھا کیوں کہ یہ شام اور عراق کے درمیان تھا، ہر ایک نے ماہ رمضان کے قریب اپنے اپنے پنچ کے ساتھ چار چار سو آدمی بھیج دیئے، حضرت علیؓ کی فوج کے سردار شریح بن ہانی تھے، اور عبداللہ بن عباس امام کے فرائض انجام دیتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، سعد ابن ابی وقاص اور مغیرہ بن شعبہ بھی تحکیم کا آخری فیصلہ سننے کے لئے دومتہ الجندل پہنچ گئے تھے۔

امیر معاویہ اپنے پنچ کے پاس برابر خط بھیجا کرتے، اور کسی کو کانوں کان یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ اس کا مضمون کیا ہے، مگر حضرت علیؓ کا جب کبھی کوئی خط حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آتا تو اہل عراق اس کا مطلب معلوم کرنے کے لئے بے چین ہو جاتے، اور اگر کسی طرح پتہ نہ لگتا تو ظن و تخمین سے کام لے کر بے پر کی اڑاتے، غرض دونوں ثالثوں میں جو گفتگو ہوتی اس کا ماحصل یہ ہے:-

ابو موسیٰ اشعری۔ ان خانہ جنگیوں میں عبداللہ بن عمر نے بالکل حصہ نہیں لیا،

میری رائے ہے کہ انھیں خلیفہ بنا دیا جائے، امید ہے کہ وہ ایک دفعہ پھر حضرت عمرؓ کی روایات کو زندہ کر دیں گے۔

عمرو بن عاص:۔ اگر یہی بات ہے تو آپ میرے بیٹے عبداللہ کو خلافت دے دیجئے، اس کے فضل و منقبت پر تمام امت متفق ہے۔

ابو موسیٰ اشعری:۔ یہ بالکل ٹھیک ہے، مگر اس جنگ میں شامل کر کے تم نے اس کے دامن کو داغ دار کر دیا۔

عمرو بن عاص:۔ تو پھر آپ کی رائے کیا ہے؟

ابو موسیٰ اشعری:۔ میرا خیال ہے کہ علیؓ اور معاویہ دونوں کو معزول کر کے امت کو انتخاب کا موقع دیا جائے۔

عمرو بن العاص، میرا بھی اس سے پورا اتفاق ہے۔

اس گفتگو سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حکم اس بات پر متفق ہو گئے تھے، کہ ان دونوں کو تو معزول کر دیا جائے، البتہ اس بات میں اختلاف تھا کہ پھر خلیفہ کون ہو، اسی قرارداد کو تحریر کر لیا گیا، سب لوگ جمع ہوئے اور یہ تحریری فیصلہ سنا دیا گیا، حضرت علیؓ نے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے، مگر امیر معاویہ اس پر اس لئے راضی ہو گئے کہ اس فیصلہ کی رو سے کم از کم حضرت علیؓ تو معزول ہو گئے، اب امت کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ جس کو چاہے اپنا خلیفہ بنائے، انھیں یقین تھا کہ امت کا ایک بڑا حصہ ان کے زیر اثر ہے، اور وہ ان ہی کو منتخب کرے گا۔

خوارج کی سرکشی

تحکیم کا نتیجہ شائع ہوتے ہی خوارج حضرت علی رضؓ سے الگ ہو گئے، اور انھوں نے عبداللہ بن وہب الراسبی کو اپنا امیر بنا لیا، اب کوفہ، بصرہ، انبار، اور مدائن سے بھی ان کے ہم خیال ایک ایک کرکے نہروان میں جمع ہو گئے، اور چاروں طرف قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا، حضرت علی رضؓ نے اہل کوفہ کو حکم دیا کہ پنچوں نے قرآن کے خلاف فیصلہ کیا ہے، اس لئے شام پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ، اور خوارج کو بھی شرکت کی دعوت دی،

خوارج نے شرکت سے انکار کر دیا، بلکہ فوج میں شامل ہونے والے لوگوں کو روکنے لگے، حضرت علیؓ نے حارث بن مرہ کو حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تو اسے قتل کر دیا جب خوارج کی سرکشی یہاں تک پہنچ گئی تو آپ نے شام کی فوج کشی کا ارادہ ملتوی کر دیا، اور نہروان کی طرف روانہ ہوئے۔

نہروان کی لڑائی

حضرت علیؓ نے خوارج کو سمجھانے کے لئے حضرت ابوایوب انصاری اور قیس بن سعد بن عبادہ کو بھیجا جب بحث و مناظرہ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو مجبوراً آپ نے فوج کو تیاری کا حکم دیا کچھ خارجی حضرت علی رضؓ کے ساتھ جنگ کرنے میں پس و پیش کر رہے تھے، وہ پان سو کی تعداد میں الگ ہو گئے، اور ایک ہزار توبہ کرکے حیدری علم کے نیچے آ گئے، اب عبداللہ بن وہب الراسبی کے ساتھ صرف ۲۸۰۰ آدمی رہ گئے، لڑائی شروع ہوئی تو خارجیوں نے دو حصوں میں ہو کر نہایت سختی سے حملہ کیا، اور اس بے جگری اور پامردی سے لڑے کہ ان کا ایک ایک عضو

کٹ کر جسم سے الگ ہو جاتا تھا مگر ان کے جوش میں کمی نہیں آتی تھی، یہاں تک کہ سب کے سب مارے گئے۔

حضرت علیؓ نے خارجی مقتولین میں اس شخص کی تلاش کی جس کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کی تھی، چنانچہ اس کی لاش مل گئی، اور اس میں تمام وہ علامات موجود تھیں، جو حدیث میں بیان کی گئی ہیں، آپ نے دیکھ کر فرمایا، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ کے رسولؐ نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا تھا، میدان جنگ میں چار سو زخمی تھے، انھیں آپ نے تیمارداری کے لئے کوفہ میں ان کے رشتہ داروں کے حوالہ کر دیا،

فتح کے بعد اب حضرت علیؓ نے شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے عرض کی کہ ہمارے تمام تیر گذشتہ جنگ میں ختم ہو گئے، ہماری تلواریں کند ہو گئیں، اور نیزے بیکار ہو گئے اسلحہ درست کرنے کی مہلت دیجئے، حضرت علیؓ نے ان کی خاطر بمقام نخیلہ قیام کیا، مگر لوگ تیار ہونے کی بجائے آہستہ آہستہ چھپ چھپ کر گھروں کو جانے لگے، یہاں تک کہ ان کے ساتھ صرف ایک ہزار کی جمعیت رہ گئی، یہ حال دیکھ کر حضرت علیؓ بھی کوفہ میں آکر مقیم ہو گئے،

شام کے لوگ ان سے بالکل مختلف تھے، ان میں اتحاد و یک جہتی تھی، اور وہ اپنے حاکم کا ایک ایک فرمان ماننے کو تیار تھے۔

اہل خربتا

حضرت قیس بن سعد انصاری نہایت بلند پایہ اور ذی اثر صحابی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر غزوات میں انصار کے علم بردار رہے تھے، اور

حضرت علیؓ کے مخصوص حامیوں میں سے تھے، انھیں حضرت علیؓ نے ۳۶ھ کے ابتدا ہی میں مصر کا والی بنا دیا تھا، یہ نہایت عقل مند، مدبر اور تجربہ کار امیر تھے، اُنھوں نے اپنی حکمت عملی اور حسن تدبیر سے تمام مصریوں کو حضرت علیؓ کا طرفدار بنا دیا تھا، صرف ایک جماعت حضرت علیؓ کی خلافت کو ناجائز خیال کرتی تھی، اس لئے کہ انھوں نے حضرت عثمانؓ کا قصاص نہیں لیا تھا، یہ لوگ سب کے سب بمقام خرنبا مقیم تھے، ان لوگوں کی درخواست پر حضرت قیس نے ان سے کچھ تعرض نہ کیا اور اُنھیں امن وسکون سے زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دی۔

جنگ صفین کی تیاریوں کے دوران میں امیر معاویہ کو خوف پیدا ہوا کہ اگر قیس بن سعد نے مصری فوج کے ساتھ شام پر حملہ کر دیا، اور دوسری طرف سے عراقی فوجیں آگئیں تو ہم کسی کا بھی مقابلہ نہ کر سکیں گے، اس لئے اُنھوں نے قیس کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے خط لکھا، اُنھوں نے گول مول جواب دیا تو امیر معاویہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان سے کام نہیں نکلے گا، ان کے ہٹانے کی تدبیر کرنی چاہئے، چنانچہ انھوں نے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ قیس بن سعد ہمارے طرفدار ہیں، ہوتے ہوتے یہ بات حضرت علیؓ تک پہنچ گئی، محمد بن ابی بکر نے اسے اور بھی بڑھا چڑھا کر بیان کیا، اور اہل خرنبا کا واقعہ اپنی تائید میں پیش کیا کہ وہ ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کر رہے ہیں، اور ان کے وظائف بھی بند نہیں کئے۔

حضرت علیؓ ان افواہوں کی وجہ سے بدگمان ہو گئے، اور حضرت قیس

کو لکھا کہ خربتا والوں سے بیعت لیں، اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کریں، حضرت قیس نے جواب دیا کہ ان کی تعداد دس ہزار ہے، اور سب کے سب اعیان و اشراف مصر میں سے ہیں، بسر بن ارطاۃ مسلمہ بن مخلد، اور معاویہ بن خدیج جیسے تجربہ کار جنگی لوگ ان میں موجود ہیں، ان کو اسی حالت پر رہنے دینا ہی قرین مصلحت ہے، جنگ کی صورت میں فتنہ و فساد ہو جائے گا، اور معاویہ بھی ان کی مدد کریں گے، حضرت علی رضؓ نے زیادہ اصرار کیا تو وہ مستعفی ہو گئے،

اب مصر کی امارت محمد بن ابی بکر کو ملی، انھوں نے اپنی کم سنی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے بہت جلد مصر میں شورش برپا کر دی، اہل خربتا بھی ان کی چھیڑ چھاڑ سے آمادہ جنگ ہو گئے اسی دوران میں صفین کی لڑائی شروع ہو گئی، اور دونوں فریق نتیجہ کے انتظار میں خاموش رہے، جب خربتا والوں کو حضرت علیؓ کی صفین سے واپسی کی اطلاع ملی تو خم ٹھوک کر محمد بن ابی بکر کے مقابلہ پر آ گئے، اور مصری فوجوں کو شکست پر شکست دینی شروع کی۔

ان حالات کی اطلاع حضرت علیؓ کو ہوئی تو انھوں نے جزیرہ کے والی اشتر نخعی کو مصر کا والی بنا دیا مگر وہ راستہ ہی میں انتقال کر گئے اس لئے مصر کی امارت بدستور محمد بن ابی بکر ہی کے ہاتھ میں رہی۔

امیر معاویہ نے خربتا والوں کو لکھا کہ آپ ہرگز نہ گھبرائیں، میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا، چنانچہ عمرو بن العاص کو چھ ہزار فوج دے کر مصر کی طرف روانہ کیا، محمد بن ابی بکر ان کے مقابلہ کو نکلے، مگر ان کے اکثر ساتھی یا تو مارے گئے، یا جان بچا کر بھاگ گئے، محمد بن ابی بکر نے بھاگ کر ایک ویران کھنڈر میں

پناہ لی، مگر معاویہ بن خدیج نے انھیں پکڑ کر قتل کر دیا، اس طرح ۳۸ھ ہجری میں
مصر کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا، حضرت علیؓ اپنی مجبوری کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے،
بڑی مشکل سے دو ہزار آدمی مصر جانے کے لئے جمع کئے تھے، کہ محمد بن ابی بکر
کے قتل کی خبر مل گئی، آپ کو ان کے قتل سے بے انتہا صدمہ ہوا۔

خارجیوں کا خاتمہ

مصر کی فتح نے امیر معاویہ کا حوصلہ بڑھا دیا، اسی سال انھوں نے عبداللہ
بن حضرمی کو بصرہ بھیجا جنھوں نے بنو تمیم اور قریباً تمام اہل بصرہ کو امیر معاویہ کا
طرفدار بنا دیا، اور حضرت علیؓ کے عامل زیاد کو حدان میں پناہ گزیں ہونا پڑا،
حضرت علیؓ نے اس کے جواب میں جاریہ بن قدامہ کو بھیجا، انھوں نے ابن حضرمی اور
اس کے ساتھیوں کو گھیر کر ان کے مامن میں آگ لگا دی، اہل بصرہ ان کے
مطیع و فرماں بردار بن گئے، اور حضرت علیؓ نے بھی ان سب کو معاف کر دیا۔
اگرچہ نہروان کی جنگ میں خارجیوں کا زور ٹوٹ گیا تھا مگر پھر بھی خریت
بن ارشد مجوسیوں، مرتدوں اور نومسلموں کو اپنے ساتھ ملا کر لوٹ مار کرتا پھرتا،
اور ذمیوں کو بغاوت پر آمادہ کرتا۔ حضرت علیؓ کی فوجوں نے ماہر سر کی پہاڑیوں
میں ان کا خاتمہ کر دیا۔

خانہ جنگی کا نتیجہ

امیر معاویہ اس حقیقت سے خوب واقف تھے کہ حضرت علیؓ اپنی داخلی
مصیبتوں میں گرفتار ہیں، اور ان کے طرفدار بالکل بے حس ہو کر گھروں میں
بیٹھ گئے ہیں، اس لئے انھوں نے ۳۹ھ ہجری میں حجاز، عراق اور جزیرہ کی

طرف اپنی فوجیں بھیجنا شروع کردیں، چنانچہ نعمان بن بشیر نے دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ عین التمر پر، سفیان بن عوف نے چھ ہزار فوج کے ساتھ انبار اور مدائن پر، عبداللہ بن مسعدہ فزاری نے ایک ہزار سات سو کے ساتھ تیماء پر ضحاک بن قیس نے بصرہ پر، اور بسر بن ارطاۃ نے مدینہ پر قبضہ کرلیا، یہاں سے وہ یمن کی طرف بڑھا، حضرت موسیٰ اشعری نے وہاں کے عامل کو خفیہ طور پر بسر کے آنے کی اطلاع کردی، مگر باوجود اس کے وہ کوفہ چلا گیا، اور بسر نے صنعا پر قبضہ کرکے اہل یمن سے امیر معاویہ کے لئے بیعت لے لی۔

اس صورت حالات کو دیکھ کر کرمان و فارس کے عجمیوں نے بھی خراج ادا کرنے سے انکار کردیا، اور عمال کو نکال دیا، حضرت علی رضؓ نے مشورہ کرکے زیاد بن ابیہ کو عجم کی مہم پر روانہ کیا، جنھوں نے بہت جلد بغاوت فرد کرکے تمام ایران فارس، اور کرمان میں امن وامان کردیا۔

آپ نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو داخلی فتنوں اور خانگی جھگڑوں نے اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ مملکت اسلام میں کچھ اضافہ کرتے، مگر باوجود اس کے وہ اپنے فریضہ سے غافل نہیں رہے، سیستان، اور کابل کے لوگ سرکشی پر آمادہ ہوگئے تھے، آپ نے ان پر قابو حاصل کرکے آگے قدم بڑھایا، ۳۸ھ ہجری میں بحری راستہ سے مسلمانوں کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی اجازت دی، چنانچہ اسلامی فوج نے سب سے پہلے کوکن پر حملہ کیا۔

تین خارجی

دنیائے اسلام کی خانہ جنگیوں سے تنگ آکر تین خارجی حج کے موقعہ پر

ایک جگہ پر مل کر بیٹھے، اور مشورہ کے بعد آپس میں یہ طے کیا کہ جب تک علیؓ، معاویہؓ
اور عمرو بن العاص کو قتل نہیں کیا جائے گا، امن قائم نہیں ہو سکتا، اس لئے
عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے حضرت علیؓ کے قتل کا ذمہ لیا، برک نے معاویہ کے
ختم کرنے کا عہد کیا، اور عمرو بن بکر تمیمی نے عمرو بن العاص کے مار ڈالنے کا عزم کیا،
اس مہم کے لئے ۱۵ رمضان کی تاریخ مقرر کی گئی، اس قرار داد کے مطابق
تینوں اپنی اپنی منزل مقصود کو روانہ ہو گئے، مقررہ تاریخ پر دمشق میں برک
نے امیر معاویہ پر اس وقت حملہ کیا جب وہ مسجد کے دروازے سے نکل رہے
تھے، مگر انھیں معمولی زخم آیا، اور چند روز کے بعد اچھے ہو گئے، اس کے
بعد سے انھوں نے مسجد میں مقصورہ بنوالیا، اور ہر وقت محافظ ساتھ رہنے
لگے، یہاں تک کہ نماز پڑھتے وقت بھی دو مسلح سپاہی دونوں طرف کھڑے رہتے۔

عمرو بن العاص اس روز بیمار تھے، انھوں نے اپنی جگہ خارجہ بن حذافہ
کو نماز پڑھانے کے لئے بھیج دیا، عمرو بن بکر گھات میں بیٹھا رہا، انھیں عمرو بن العاص
سمجھ کر ان پر حملہ کر دیا، اور وہ شہید ہو گئے۔

سانحۂ شہادت

عبدالرحمٰن بن ملجم اپنے گھر والوں کو خبر کئے بغیر کوفہ آگیا، یہاں تیم رباب
کے قبیلہ کے کچھ لوگ تھے، جن کے دس آدمی جنگ نہروان میں حضرت علیؓ کی
فوج نے قتل کئے تھے، انھیں میں شجنہ اور اس کا بیٹا بھی تھا، شجنہ کی بیٹی
قطام بھی یہیں رہتی تھی، ابن ملجم اسی قبیلہ میں آکر ٹھیرا، اس کے جمال پر فریفتہ
ہو گیا، اور اسے نکاح کا پیغام دیا، قطام نے شادی کا وعدہ اس شرط کے ساتھ

کیا کہ حضرت علیؓ کا سر، ایک غلام، تین لونڈی اور تین ہزار درہم مہر ہو۔
ابن ملجم نے کہا میں تو اسی کام کے لئے آیا ہوں، اب یہ راز فاش نہ ہونے پائے، مقررہ تاریخ پر یہ بدبخت ترین انسان مسجد میں جاکر سو گیا، صبح کی نماز پڑھنے کے لیے حضرت علیؓ مسجد میں تشریف لائے تو اس کو جگایا، اور خود نماز میں مصروف ہو گئے، اس کے پاس زہر میں بجھی ہوئی تلوار تھی، جب وہ سجدے میں گئے تو اس زور سے تلوار کا ہاتھ مارا کہ سر مبارک زخمی ہو گیا، لوگوں نے حملہ آور کو فوراً گرفتار کر لیا۔

حضرت علیؓ نے امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو بلا کر مفید و کارآمد نصیحتیں کیں، محمد بن الحنفیہ کے ساتھ خاص طور پر سلوک کرنے کی ہدایت کی، لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے بعد امام حسنؓ کو خلیفہ بنادیں؟ آپ نے فرمایا، میں اس کی بابت کچھ نہیں کہتا، قاتل کی نسبت فرمایا کہ اس سے معمولی طور پر قصاص لینا دوسرے لوگ نہ قتل کیئے جائیں، اور اس کا مثلہ بھی نہ کرنا۔

یہ زخم بہت خطرناک تھا، تین دن کے بعد آپ ملاءِ اعلیٰ کی طرف تشریف لے گئے، امام حسنؓ نے اپنے ہاتھ سے تجہیز و تکفین کی، ان کے جنازے پر چار کی بجائے پانچ تکبیریں کہیں، اور عزمی نام کوفہ کے قبرستان میں اس آفتاب ہدایت کو خاک میں چھپا دیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت چار سال کچھ کم دن نو ماہ رہی۔

امام حسنؓ

آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کی،

مگر آپ نے مصالح عامہ کو پیش نظر رکھ کر امیر معاویہ سے صلح کی خواہش کی، اُنھوں نے سادہ کاغذ پر دستخط کر کے ان سے کہا کہ جو شرطیں آپ چاہیں اس پر تحریر کر دیں، آپ نے لکھا :-

۱۔ اہل عراق کو امن عام دیا جائے۔
۲۔ گذشتہ لڑائیوں میں جو لوگ آپ سے لڑ چکے ہیں، اُن سے انتقام نہ لیا جائے۔
۳۔ اہواز کا خراج مجھے ملا کرے۔
۴۔ میرے بھائی حسین رضؓ کو ۲۰ لاکھ درہم سالانہ وظیفہ دیا جائے۔
۵۔ عطایا میں بنی ہاشم کو دوسرے لوگوں پر تقدیم ہو۔

امیر معاویہ نے بلا پس و پیش ان تمام شرائط کو قبول کر لیا، اور اس طرح تمام دنیائے اسلام تفرقہ اور اختلاف کے بعد پھر ایک مرتبہ متحد ہو گئی، اسی بنا پر اس سال کو عام الجماعت کہتے ہیں۔ ربیع الاول ۴۱ھ ہجری میں یہ عہد نامہ مکمل ہوا، اور اس روز رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے یہ الفاظ اپنی حقانیت کے ساتھ روشن ہوئے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے، امید ہے کہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح و اتحاد قائم ہو جائے گا۔

خانگی زندگی

ابتدا میں محنت مزدوری اور مال غنیمت پر گذارہ تھا، فتح خیبر کے بعد آپ کو وہاں جاگیر مل گئی، حضرت عمر رضؓ نے بدری ہونے کی وجہ سے ان کا پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا، جب خود خلیفہ ہو گئے تو بیت المال کی

بقدر ضرورت وظیفہ ملنے لگا، آپ کی تمام آمدنی فقراء اور مساکین پر خرچ ہو جاتی تھی، آپ سادہ طور پر رہتے، اور روکھا پھیکا کھاتے، عمامہ بہت پسند کرتے، تہبند نصف ساق تک ہوتی، اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن لیتے۔

آپ نہایت حیادار تھے، جنگ احد میں ایک کافر پر حملہ کیا، اس حملہ سے اس کے اوسان اس قدر خطا ہو گئے کہ اس کو اپنے جسم کا بھی ہوش نہ رہا، اور ننگا ہو گیا، حضرت علیؓ نے دیکھا تو اس کو چھوڑ کر چلے آئے۔

اصابت رائے

حضرت علیؓ نہایت صائب الرائے تھے، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ ہر بات میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے، نہاوند کی جنگ میں حضرت عمرؓ متشوش تھے، آپ نے صحابہ سے مشورہ لیا، مگر سب سے بہتر رائے آپ کو حضرت علیؓ کی معلوم ہوئی، انھوں نے فرمایا اگر شام سے فوجیں ہٹ گئیں تو دشمن ان مفتوحہ مقامات پر قابض ہو جائے گا، اور اگر مدینہ سے باہر چلے گئے تو عرب میں گڑبڑی پھیل جائے گی، میری رائے یہ ہے کہ آپ یہاں سے نہ ہلیں، اور دوسرے مقامات سے ایک ایک ثلث فوجیں میدان جنگ کو روانہ کر دی جائیں حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے۔

رسول اللہؐ نے آپ کی اصابت رائے کی خاص طور پر تعریف کی ہے، آپ یمن کے قاضی مقرر کئے گئے، اور بہترین قاضی ثابت ہوئے، آپ نے جن مقدمات کا جو فیصلہ کیا، دربار رسالت نے بھی ان کو ویسا ہی قائم رکھا، یہاں پر آپ کے چند فیصلے نقل کئے جاتے ہیں کہ جوہر شناس آپ کی خداداد قابلیت کا اندازہ

کر سکیں۔

چند لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے جرم میں آپ کے سامنے پیش کیا، اور دو گواہ بھی لے آئے، حضرت علی رضؓ نے گواہوں کو دھمکایا کہ اگر تمھاری شہادت غلط ثابت ہوئی تو تمھیں سخت سزا دوں گا، پھر کام میں لگ گئے، فراغت کے بعد کیا دیکھتے ہیں، کہ دونوں گواہ چل دیئے، آپ نے ملزم کو بے گناہ پاکر چھوڑ دیا۔

ایک اور دلچسپ مقدمہ آپ کے سامنے لایا گیا، دو شخص ہم سفر تھے، ایک کے پاس تین دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں، دونوں مل کر کھانے کو بیٹھے تو ایک اور مسافر آکر ان کے ساتھ شریک ہوگیا، اور چلتے وقت اپنے حصہ کی روٹیوں کی قیمت آٹھ درم ادا کردی، پانچ روٹی والے نے اپنی پانچ روٹیوں کی قیمت پانچ درم رکھ کر باقی تین درم دوسرے کو دینا چاہئے، وہ راضی نہ ہوا، اور نصف قیمت طلب کی، اب یہ مقدمہ حضرت علی رضؓ کی خدمت میں پیش ہوا، آپ نے دوسرے سے فرمایا کہ تم اپنے ساتھی کا فیصلہ قبول کرو، تمھیں نفع مل رہا ہے، مگر اس نے انکار کیا کہ حق کے ساتھ جو مل جائے وہ بہتر ہے، حضرت علی رضؓ نے فرمایا تو حق یہ ہے کہ تم ایک درم کے اور تمھارا ساتھی ۷ درم کا مستحق ہے، یہ فیصلہ سن کر وہ حیران وششدر رہ گیا۔

حضرت علی رضؓ نے فرمایا تم تین آدمی تھے، تمھاری تین اور تمھارے رفیق کی پانچ روٹیاں تھیں، تم دونوں نے برابر کھالیں، اور تیسرے کو بھی برابر کا حصہ دیا، تمھاری روٹیوں کے حصہ تین جگہ کئے جائیں تو ۹ ہوتے ہیں اور تمھارے ساتھی

کی پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے ہوں تو وہ پندرہ بنتے ہیں، اور دونوں کا مجموعہ ۲۴ ہوتا ہے، تینوں میں سے ہر ایک نے برابر ٹکڑے کھائے تو ہر ایک کو آٹھ ٹکڑے ملتے ہیں، تم نے اپنے ۹ میں سے ۸ خود کھائے، اور ایک تیسرے مسافر کو دیا، تمھارے ساتھی نے آٹھ ٹکڑے کھائے، اور باقی سات تیسرے کو دیئے، اس لئے تم ایک درم اور تمھارا ساتھی ۷ درم کا حق دار ہوا۔

ملکی نظم ونسق

حضرت علی رضؓ اپنے عہد خلافت میں حضرت عمر رضؓ کے نقش قدم پر چلنا چاہتے تھے، اور انھوں نے جو انتظامات کر دیئے تھے ان میں کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتے تھے، نجران کے یہودیوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ انھیں حجاز میں آباد ہونے کی اجازت دیں جو ان کا آبائی وطن تھا، مگر آپ نے ارشاد فرمایا میں ہرگز اجازت نہیں دے سکتا، حضرت عمر رضؓ کا فیصلہ نہایت صحیح تھا۔

آپ اپنے عمال کی بھی سخت نگرانی کرتے تھے، ان سے پائی پائی کا حساب مانگتے تھے، اور اس میں قریب و بعید کا کوئی امتیاز نہ تھا، حضرت عبداللہ بن عباس والی بصرہ نے بیت المال سے ایک بہت بڑی رقم لے لی تھی، حضرت علی رضؓ نے ان سے سختی کے ساتھ مطالبہ کیا، وہ ڈر کر مکہ چلے گئے۔

حضرت علی رضؓ کی ذات گرامی اعلیٰ ترین اخلاق و محاسن کی جامع تھی، فصاحت و بلاغت میں آپ بے نظیر تھے، زہد، ترک دنیا، ایثار، رضا جوئی حق اور عبادت و ریاضت آپ کا طغرائے امتیاز تھا، تمام عرب آپ کی شجاعت کا لوہا مانتا تھا، بڑے بڑے معرکوں میں آپ بے محابا آگے بڑھتے اور مظفر و منصور

واپس لوٹتے، لیکن افسوس کہ آپ کا زمانۂ خلافت شورش اور خانہ جنگی کا عہد ہوگیا، اور دنیا آپ کے فیوض و برکات سے محروم رہ گئی۔ رضی اللہ عنہم وعن کل الصحابۃ اجمعین۔

نقشہ دنیائے اسلام

ترکستان
خوارزم
بخارا
سمرقند
جیحون
مرو
بلخ
خراسان
ہرات
کابل
افغانستان
قندھار
تبت
لاہور
سندھ
دہلی
آگرہ
گنگا
ہندوستان
خلیج عمان
کلکتہ
نربدا
بحیرہ عرب
خلیج بنگال
بحر
سیلون
ہند

چار یار